امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۲۳؍ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۹؍اکتوبر ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر:38

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ جہیز کی رسم اور اسلامی تعلیمات
■ استنجے کے آداب واحکام
■ منی پور کے مردہ خانوں کی......
■ مسلمانوں سے یہ نفرت کب تک
■ خدمت خلق کی اہمیت وضرورت
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

تبرکات

سماجی انصاف، عدلیہ اور عوام

امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

کسی بھی سماج میں اختلاف اور نزاع فطری بات ہے، ایسے معاملات کو حل کرنے کے لئے لوگ خاندان اور سماج کے تجربہ کار بزرگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے فیصلہ کو مانتے ہیں، یہ اختلاف ذرا بڑا ہو، تو اکثر وبیشتر حضرات خاندان اور سماج کے بزرگوں کے بجائے حکومت کی عدالتوں میں جاتے ہیں، صرف اس لئے کہ عدالتیں اپنے فیصلہ کو نافذ کرانے کے لئے پولیس کی طاقت اور حکومت کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ اسی طاقت اور صلاحیت کے لئے قانون اسلامی کی اصطلاح میں قوت نافذہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہ قوت نافذہ یا پولیس کی طاقت اور حکومت کی صلاحیت ''فیصلہ'' کا حصہ نہیں ہے، فیصلہ کا مطلب ہے قانون کے مطابق حق اور سچ کا اظہار۔ کسی بھی معاملہ میں سچ کو جھوٹ سے الگ کرنا، دعویٰ اور دلیل کی مطابقت دیکھنا، شہادتوں کا جائزہ لینا، فیصلہ کرنے والے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

فیصلہ کرنے والوں کی فطری صلاحیت، علمی لیاقت اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی قوت یکساں نہیں ہوتی، جیسے جیسے وقت گذرتا جارہا ہے، فیصلہ کرنے والوں کی غیر جانبداری بھی مشتبہ ہوتی جارہی ہے، یہ غیر جانبداری فیصلہ کرنے والے کے لئے بہت اہم ضرورت اور بڑی قیمتی صفت ہے۔ اسلامی قانون کی زبان میں فیصلہ کرنے والے کے لئے ''عدالت'' کی شرط بھی ہے، جس کے دائرہ میں غیر جانبداری بھی آتی ہے۔ حکومت کی عدالتوں میں فیصلہ کرنے والوں کے لئے بھی یہ شرط موجود ہے، اور ججوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ وطن سے محبت اور قانون کے احترام کے جذبہ کے تحت غیر جانبدار رہیں گے، اور ایسا فیصلہ کریں گے، جو ان کی لیاقت، قابلیت اور شہادت کے لحاظ سے درست ہو۔ ان فیصلوں میں سچ کی حمایت اور حق کا اظہار ہوگا، غیر جانبداری اور دیانتداری ہر حال میں برقرار رہے گی، اولاً فیصلے کرنے والوں کی فطری صلاحیت اور علمی لیاقت میں بڑا فرق و فاصلہ ہوتا ہے، دوسرے یہ بھی حقیقت ہے کہ وطن عزیز میں عدالتوں کی غیر جانبداری اور شک وشبہ سے بالاتر دیانتداری پر بھی انگلیاں اٹھنے لگی ہیں اور مختلف پہلوؤں سے ایسے سوالات سامنے آرہے ہیں جو ججوں کی ایمانداری پر پائی جانے والی بے چینی کو ظاہر کرتے ہیں، یہ آوازیں ابھی بلند نہیں ہیں، نہ کسی گروپ یا جماعت نے اس کو اپنے ایجنڈا کا حصہ بنایا ہے، جس کی وجہ احترام عدالت کا قانون (آرٹیکل ۵۱۲) کنٹمپٹ آف کورٹ (Contempt of Court) ہے، لیکن عدالتوں کے بارے میں دانشوروں کا ذہن بہت صاف نہیں ہے اور نہ ان کی ایمانداری اور غیر جانبداری پر بہت زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے۔

یہ بہت ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے کہ سپریم کورٹ کے فاضل اور قابل احترام ججوں کے سامنے بھی یہ حقیقت رہی ہے، شاید اسی لئے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس کے جی بالا کرشنن کو یہ کہتے ہوئے ججوں کا دفاع کرنا پڑا تھا کہ ''محض مٹھی بھر جج الزامات کے گھیرے میں ہیں، میرے خیال میں، اونچی عدالتوں کے جج صاحبان میں بڑے پیمانہ پر بھرشٹاچار پھیلا ہوا نہیں ہے۔'' سابق چیف جسٹس محترم نے یہ بھی کہا کہ ''ججوں کو اپنی جائداد کی سالانہ تفصیل بتانا ضروری نہیں۔''

واضح رہے کہ یہ سوال چیف جسٹس محترم سے اسی پس منظر میں کیا گیا تھا کہ جسٹس ایس پی بھروچا نے کہا تھا کہ ۲۰ فیصد جج بے ایمان (بھرسٹ) ہیں۔ اسی طرح ادارہ ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے ایک سروے کے مطابق ۳۶ فیصد دیس کے رہنے والوں نے عدلیہ کو بے ایمان (بھرسٹ) بتایا تھا۔ چیف جسٹس محترم نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میری رائے ہے کہ موجودہ جسٹس حضرات میں بے ایمانوں کی اتنی بڑی تعداد نہیں ہے، یقینی طور پر یہ اعداد وشمار مبالغہ آمیز ہیں۔'' (بحوالہ روزنامہ ''ہندوستان'' ہندی، دہلی ۵/۲/۲۰۰۷) مختلف وجوہ کی بناء پر عدالتوں کے نظم کو مرحلہ وار بنایا گیا ہے اور مقامی عدالتوں کے بعد ضلع کی عدالتیں ہیں، پھر صوبہ کی عدالتیں، اور سب کے اوپر سپریم کورٹ ہے، یہ مرحلے اس لئے بھی بنائے گئے ہیں، تاکہ مدعی یا مدعا علیہ کو ''انصاف ملنے میں'' کسی کمی کوتاہی کا احساس ہو، تو وہ عدالت بالا سے رجوع کر سکے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ ہماری عدالتوں میں انصاف بہت دیر سے ملا کرتا ہے اور انصاف تک پہنچنے کے مرحلے بہت گراں ہوگئے ہیں، عدالتوں پر کاموں کا بوجھ روز بروز بڑھتا جارہا ہے، اور وکلاء کی فیس بڑے شہروں میں رہنے اور مقدمہ کی پیروی کے لئے ہونے والے گرانبار اخراجات بعض دفعہ کمزور حقداروں کو حق سے دستبردار ہونے اور تھک کر گھر بیٹھ جانے پر بھی مجبور کر دیتے ہیں۔

عدالتوں میں وکیلوں کی فیس لاکھ دو لاکھ روپے عام بات ہے، پھر وکلاء کی باہمی ملی جلی تدبیروں اور دیر سے فیصلہ کرانے کی تکنیک کی وجہ سے بھی فیصلوں میں بہت دیر لگ جاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے کورٹ کا یہ بھی ریکارڈ ہے کہ ایک مقدمہ کا فیصلہ ۱۳۶ سال پر ہوا، جبکہ مدعی اور مدعا علیہ کی کئی پشتیں ختم ہوگئیں، اس دوران ملک غلامی سے آزاد ہوا اور حکومتوں پر حکومتیں بدلتی رہیں، جج آتے اور جاتے رہے۔ فیصلہ ٹلتا رہا اور جب آخری فیصلہ ہوا تو ۱۳۶ سال گذر چکے تھے، حکومت اور عدالتوں کو بھی اس ''تاخیر'' کا پورا احساس ہے، اس لئے ہر سطح پر ججوں کی تعداد بڑھائی جارہی ہے، نئے نئے صوبے بنے تو ان کے ہائی کورٹ بھی نئے بنے۔ اس طرح عدلیہ کو چست درست بنانے اور جلد انصاف دلانے کا جذبہ اور عمل جاری ہے۔

عدالتوں میں پھر بھی فیصلہ میں بڑا وقت لگ جاتا ہے، میرے علم میں ایک پڑھے لکھے گھرانہ کا عائلی مقدمہ ہے، جن میں بیوی اور شوہر دونوں معیاری تعلیم یافتہ تھے اور شادی کورٹ سے رجسٹرڈ کرائی گئی تھی، دو اولاد بھی ہوئی، مگر علیحدگی کی ضرورت پڑ گئی، طلاق کا اختیار کورٹ کو تھا؛ معاملہ زیریں عدالت میں پہنچا تو بات علیحدگی سے زیادہ اسباب علیحدگی کی آگئی، پھر گھر کے قضیے عدالت میں بیان ہوئے اور اندرونی جھگڑوں نے عدالت میں رگڑے کی شکل لی اور ایسی بحثیں ہوئی، کہ اللہ کی پناہ۔ تقریباً تیرہ سال بعد نچلی عدالت سے فیصلہ ہوا تو معاملہ اوپر کی عدالت میں لے جایا گیا، پھر تاریخ پہ تاریخیں! ''آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک'' مجھ سے ملاقات ہوگئی تو صاحب معاملہ کہنے لگے کہ ''آپ کے یہاں اچھا ہے کہ طلاق دے کر چھٹکارا ہو جاتا ہے، یا خلع اور فسخ کی راہ بن جاتی ہے، میں ریٹائرڈ ہو جاؤں گا تب دوسری شادی کی نوبت آسکے گی۔''

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس میں کاموں کا بوجھ اتنا بڑھ چکا ہے کہ لاکھوں مقدمات برسوں سے فیصلہ کے انتظار میں ہیں اور چند سال پیشتر کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ان عدالتوں میں چھتیس لاکھ سے زیادہ مقدمات پنڈنگ ہیں، مقدمات کو جلد نبٹانے کے لئے مرکزی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ سپریم کورٹ میں ججوں کی تعداد پچیس سے بڑھا کر، تیس کردی جائے، لیکن خود سپریم کورٹ میں جتنے مقدمات زیر سماعت یا زیر فیصلہ ہیں، ان کی مجموعی تعداد کے مقابلہ میں پانچ ججوں کے اضافہ سے کوئی بڑی تبدیلی نظر آنے والی نہیں ہے، یہ اضافی تعداد صرف سولہ سترہ فیصد مقدمات کے تصفیہ میں آسانی پیدا کرسکیں گے، اور فیصلہ کی رفتار سولہ سترہ فیصد بڑھے گی، جبکہ انصاف کا تقاضہ ہے کہ سپریم کورٹ کی رفتار کم از کم سو فیصد تیز کی جائے، تاکہ روزانہ جتنے مقدمات سپریم کورٹ میں آرہے ہیں، کم از کم روزانہ اتنے ہی مقدمات فیصل ہوتے رہیں، پھر بھی جو مقدمات پنڈنگ ہیں ان کے فیصلہ کی راہ نکالنا سپریم کورٹ اور حکومت کی ذمہ داری ہے!

یہ ساری حقیقتیں عدالتوں اور حکومتوں کی نگاہ میں ہیں، اسی لئے انصاف جلد دلانے کے لئے مختلف قسم اور درجوں کے کورٹ بنائے گئے ہیں، مختلف ڈپارٹمنٹ کے اپیلیٹ کورٹ ہیں، محکمہ ٹیلی فون کا ڈپارٹمنٹل کورٹ ہے، بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کو دور کرنے کے لئے کنزیومر کورٹ ہے اور مرکز، صوبہ سے لے کر ضلع کی حد تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں، اس میں جوڈیشیل سروس کے علاوہ سماجی کارکن، قانون داں اور دانشور بھی فیصلہ کرنے والوں میں شامل ہوتے ہیں، چاہے انہیں قانون سے اچھی واقفیت ہو، یا نہیں۔! ہر ضلع میں لوک عدالت بنائی گئی ہے، اس میں جوڈیشیل سروس کا ایک نمائندہ ہوتا ہے، اس عدالت کے ارکان میں وکیل کے علاوہ شوشل ورکر بھی ہوتے ہیں، جو قانون نہ جانتے ہوئے بھی فیصلہ میں شریک ہوتے ہیں، اس کورٹ میں زیادہ تر قرض اور زمین کے معاملات آتے ہیں، اسی طرح فاسٹ ٹریک کورٹ کا نظم کیا گیا ہے، جسے ویوہار نیایالے (عملی عدالتیں) کہا جاتا ہے، اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ فیصلے جلد اور کم خرچ ہوں، فیملی کورٹس بھی بنائے گئے ہیں، جن کا دائرہ فیملی امور تک محدود ہے، اور اب پنچایتی راج نظام کے تحت ہر ایک سرپنچ کو مختصر ٹریننگ کے بعد فیصلہ کا اختیار دیا جاتا ہے، یہ سرپنچ فیملی معاملات کو بھی اپنے اپنے دائرہ کار میں فیصلہ کیا کرتے ہیں، مکھیا اور وارڈ ممبر، سمیتی ممبر کی الیکشن کے نتیجہ میں ہر گاؤں ذہنی اعتبار سے الگ الگ شخصیتوں کے گرد گھومتا ہے، ان کے درمیان سرپنچ پر فیصلہ کی ذمہ داری دی گئی ہے، جو لازمی طور پر کسی ایک حلقہ اور گروپ سے وابستہ ہوتا ہے، جس کی تعلیمی صلاحیت کا کوئی معیار نہیں ہے، وہ کتنے صحیح اور غیر جانبدار فیصلے کر سکتا ہے؟ اس پر کسی بھی رائے زنی کی ضرورت نہیں ہے! حکومت نے ان سارے سسٹم کو نافذ کیا ہے، (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

اچھی باتیں

''زندگی میں کسی کی اہمیت کم مت سمجھو، کیوں کہ ایک چھوٹے سے غبارے کو پورا سمندر بھی ڈبو نہیں سکتا ☆ جس طرح آسمان کی طرف مٹی اچھالنے پر وہ منہ پر آگرتی ہے، اسی طرح سے بے وقوف آدمی جب اچھے لوگوں کے ساتھ بُرا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا خود ہی بُرا ہو جاتا ہے ☆ اگر آپ کسی کو دُکھ پہونچاتے ہیں تو آپ کو جان لینا چاہیے کہ سب کچھ آپ کو سود کے ساتھ لوٹانا ہوگا ☆ ان زخموں کو بھرنے میں وقت لگتا ہے، جن میں اپنوں کی مہربانیاں شامل ہوتی ہیں ☆ جس طرح موسم خزاں میں پتوں کے جھڑنے سے پہلے نئے پتے نہیں آتے ٹھیک اسی طرح دشواری اور جدوجہد کے بغیر اچھے دن نہیں آتے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''ملک کی پارلیامنٹ میں حکمراں جماعت کا ایک رکن کھڑے ہوکر ایسے چنندہ جنگ آمیز الفاظ کہتا ہے، جن کو کہنے میں سڑک پر جھگڑا کر رہے بچے بھی شرم محسوس کرتے ہیں، ہماری پارلیامنٹ نے ایک ایسے رکن کو دیکھا، جس نے اسٹیج سے گولی مارنے کے نعرے لگائے، پارلیامنٹ نے حکمراں جماعت کے اس ممبر کو بھی دیکھا جس نے ایک خاتون رکن پارلیمان کو ویشالی ''نگر بدھو'' کہا، ایک رکن پارلیمان نے غریبوں کو ملنے والے اناج کو ''فری فنڈ'' کہا، ذرا سوچیے اس دنیا سے باہر دوسری دنیا میں پنڈت جواہر لال نہرو، سردار پٹیل اور بابا صاحب امبیڈکر کیا سوچ رہے ہوں گے؟ کیا انہوں نے جمہوریت کی اس آبروریزی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا تھا۔ (ہندوستان ۲۰؍ستمبر ۲۰۲۳ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خدافراموشی کی سزا

''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ، جنہوں نے اللہ کو جھٹلا دیا تو اللہ نے ان کو ایسا کردیا کہ وہ اپنے کو بھول گئے، یہی ہیں نافرماں لوگ'' (سورہ حشر، آیت: ۱۹)

مطلب: قرآن مجید میں تمثیلات وتشبیہات کا اصل مقصد عبرت ونصیحت حاصل کرنا ہے، تاکہ انسان اس کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر کرے اور اپنے منعم حقیقی کا شکر گذار بندہ بن کر زندگی گذارے، اس آیت مبارکہ میں بھی اسی امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کبھی بھی اللہ کی یاد سے غفلت میں نہ رہے، زمین وآسمان کی تخلیق پر غور کرے، خود اپنی خلقت، بناوٹ وسجاوٹ کو دیکھے کہ اللہ نے جسم کے تمام اعضاء کو کس طرح سجایا اور بنایا ہے، کہیں کوئی نقص نہیں ہے، اس نعمت پر اس کو شکر بجالانا چاہئے اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کرنی چاہئے، مگر انسان دنیاوی لذتوں میں اس قدر محو ہوگیا ہے کہ سب کچھ فراموش کرگیا، اس غفلت وتساہلی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو بھی آخرت میں نفع دینے والی چیزوں سے محروم کردے گا، گویا قرآن مجید نے اپنے بلیغ پیرایہ اسلوب اور انداز بیان میں اسی طرف اشارہ کردیا کہ خدا فراموشی کی سزا خود فراموشی ہے کہ پھر مقاصد اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں اور اس پر ایک ایسی بحرانی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ احساسات ختم ہوجاتے ہیں، اس کا جسم اتنا تھکا اور ذہن اتنا مشغول ہوچکا ہوتا ہے کہ اس کو اس کی محرومی اور مدہوشی کا بھی ہوش نہیں رہتا، خیالی چیزیں، حقیقی چیزوں کی جگہ لے لیتی ہیں، ایک مورخ نے لکھا کہ تمدن کے شاید کسی دور میں اس آیت کا ظہور اس طرح نمایاں اور صاف طریقہ پر نہ ہوا ہو جتنا اس دور تہذیب وترقی میں انسان کا اپنی ذات کے معاملہ میں انہماک، اپنی ذات سے شیفتگی، شاید اتنی کسی زمانہ میں نہ ہو جتنی اس زمانہ میں، لذت وراحت کے وسائل شاید کبھی اتنے ایجاد نہ ہوئے ہوں، جتنے اس دور میں، اپنے سوا ہر چیز کے انکار کا ذوق اور جوش کبھی اتنا عام نہ ہوا ہو جتنا اس موجودہ سوسائٹی میں، لیکن واقعہ اور دن رات کا مشاہدہ کیا ہے؟ انسان اپنے انجام سے سب سے زیادہ بے فکر ہے (امثال القرآن) غور کیجئے کہ آسائش وراحت کے تمام سامان کے باوجود طمانیت قلب سے محروم ہے، قرآن کہتا ہے کہ اگر تم اپنی بے معنی زندگی کو بامعنی بنانا چاہتے ہو تو اطاعت وانقیاد کی چادر میں سماجاؤ اور یقین مانو کہ اس سے تم دنیا میں بھی سکون وآرام پاؤگے اور آخرت میں بھی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگے۔

خیانت اور جھوٹ بہت بری خصلت

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن میں تمام خصلتیں پائی جاسکتی ہیں، سوائے خیانت اور جھوٹ کے (یعنی خیانت اور جھوٹ کی بری خصلت مومن میں نہیں پائی جاسکتی)'' (رواہ احمد)

وضاحت: جب کسی قوم یا فرد میں کسی طرح کی بری خصلتیں اور عادتیں عام ہوجاتی ہیں تو وہ پوری قوم کی تباہی وبربادی کا سبب بن جاتی ہیں، اس لئے دنیا کے ہر مہذب معاشرہ میں بری عادتوں کو ناپسند سمجھا گیا اور اسلام جو ایک عالمگیر ودائمی مذہب ہے، اس نے تو ان برائیوں کے قریب جانے سے بھی منع کیا، کیونکہ اس سے دینی اور دنیاوی ترقیوں کی راہیں مسدود ہوجاتی ہیں اور اس سے اقبال مندی کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، انہیں بنیادوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن میں تمام خصلتیں پائی جاسکتی ہیں، لیکن وہ خیانت اور دروغ گو نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ دونوں اخلاقی رزائل ذلت ورسوائی کا سبب بنتے ہیں، مثلاً کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھی تھی، آپ نے اس میں بیجا تصرف کردیا، یا مانگنے پر واپس نہ کیا تو اس کے نتیجہ میں لڑائی جھگڑے شروع ہوں گے، پھر لوگوں میں آپ کا وقار واعتبار مجروح ہوگا، اسی طرح کسی کی پوشیدہ باتوں کو بلاوجہ دوسروں پر ظاہر کرنا، یا اپنے ذمہ کاموں کو ایمانداری سے انجام نہ دینا خیانت وبددیانتی ہے، بہت سے لوگ دل میں کچھ رکھتے ہیں اور زبان سے کچھ کہتے ہیں یہ بھی خیانت ہے اور نفاق کی بدترین قسم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کاری اور سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے کہ بندہ کس طرح خیانت کا مرتکب ہورہا ہے، خیانت کے ایک معنی یہ بھی ہے کہ کسی جماعت میں شامل ہوکر خود اسی جماعت کو جڑ سے کمزور کرنے کی فکر میں لگے رہنا یہ تو بدترین قسم کی خیانت ہے کہ جماعت کے سربراہ نے آپ پر اعتماد کیا اور آپ ادارہ کو نقصان پہونچانے میں لگے ہوئے ہیں، ایسے افراد کہیں بھی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے، اس قسم کی گھٹیا حرکتوں سے ہر شخص کو گریز کرنا چاہئے، اسی طرح جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے انسان بیسیوں قسم کی برائیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، حتی کہ وعدہ خلافی وبے ایمانی تک پہونچ جاتا ہے، پھر انسان کا وقار ووزن ہلکا ہوجاتا ہے، اس کی بات بے اعتبار ہونے لگتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا سچ جھوٹ برابر ہے، اس کی وجہ سے اس کی ذلت ورسوائی ہونے لگتی ہے، بہت سے لوگ خوش گپی کے موقعہ پر محض لطف صحبت کے لئے جھوٹ بولتے ہیں، یا دوسروں کی باتوں کو بلاتحقیق کسی دوسرے سے کہتے پھرتے ہیں، یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے، ایسا شخص بے اعتبار سمجھا جاتا ہے اور سوسائٹی میں اس کی بات کی کوئی قدر نہیں ہوتی، اس لئے ان تمام گھٹیا حرکتوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے، ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے تین باتوں کا ذمہ لو تو میں تمہارے لئے جنت کا ذمہ لیتا ہوں، جب بولو تو سچ بولو اور جب وعدہ کرو تو پورا کرو اور جب امین بنو تو خیانت نہ کرو، اگر مسلم معاشرہ کا ہر فرد سنت وشریعت کو مشعل راہ بنالے اور اعلیٰ اخلاقی قدر کو فروغ دینے لگے تو ہر شخص امن وسکون کی زندگی بسر کرے گا اور ترقی وخوشحالی سے ہمکنار ہوگا، گویا حدیث پاک میں معاشرہ کو پاکیزہ بنانے، عمل وکردار میں صداقت پیدا کرنے اور قول وفعل میں ہم آہنگی لانے کی تعلیم دی گئی ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

جلی ہوئی میت کے غسل وجنازہ کا حکم

س: اگر کوئی آدمی جل کر بالکل کوئلہ ہوجائے یا اس کا اکثر حصہ جل کر خاکستر ہوجائے یا جل کر ہاسپٹل میں زیر علاج رہے، پھر مرجائے، پوسٹ مارٹم ہو اور جسم اس پوزیشن میں نہ ہو کہ اس کو غسل دیا جاسکے تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر کسی آدمی کا مکمل جسم یا اس کا اکثر حصہ جل کر خاکستر ہوجائے اور کم حصہ ہی باقی ہو تو ایسی صورت میں اس کو نہ تو غسل دیا جائے گا اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی: ''وجد راس آدمی أو احد شقه لايغسل ولايصلى عليه بل يدفن الا أن يوجد اكثر من نصفه ولو بلارأس'' (الدر المختار على صدر رد المحتار: ۳/۹۲) البتہ اگر میت کے بدن کا اکثر حصہ یا نصف حصہ سر کے ساتھ موجود ہو تو اس کو غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی: ''فاما اذا اوجد اكثر البدن أو النصف ومعه الراس يصلى عليه'' (المبسوط للسرخسي: ۲/۵۴)

اب اگر غسل دینے کی صورت میں اس کے جسم کے پھولنے اور بدبو کرنے کی وجہ سے یا جلنے کی وجہ سے اس کو ہاتھ لگانا ممکن نہ ہو لیکن اس پر پانی بہایا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں اس پر پانی بہادیا جائے گا، اور اگر پانی بہانا بھی ممکن نہ ہو بایں طور کہ پانی بہانے پر جسم کے بگڑنے یا بکھرنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں مٹی سے تیمم کرایا جائے گا، اگر ضرورت ہو تو ہاتھ میں دستانہ پہن کر یا کپڑا لپیٹ کر تیمم کرایا جاسکتا ہے: ''ويقوم التيمم مقام غسل الميت عند فقد الماء أو تعذر الغسل كأن مات حريقاً ويخشى ان يتقطع بدنه اذا غسل بذالک او بصب الماء عليه بدون ذالک، اما ان كان لايتقطع بصب الماء فلاييمم، بل يغسل بصب الماء بدون ذالک'' (الفقه على المذاهب الاربعة: ۱/۴۵۸)

میت کو تیمم کرانے کا طریقہ

س: اگر کسی میت پر پانی بہانا بھی ممکن نہ ہو تو اس کو تیمم کیسے کرایا جائے گا؟

ج: میت کو تیمم کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرانے والا شخص پاک مٹی پر اپنا دونوں ہاتھ تین مرتبہ مارے گا، پہلی مرتبہ ہاتھ مار کر اس کے چہرے پر مسح کرے گا، دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر میت کے داہنے ہاتھ کو کہنیوں سمیت مسح کرے گا اور تیسری مرتبہ ہاتھ مار کر میت کے بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت مسح کرے گا: ''لو يمم غيره يضرب ثلاثاً للوجه واليمنىٰ واليسرىٰ'' (رد المحتار: ۲/۴۰۴، باب التيمم)

اکسیڈینٹ میں مرنے والے کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

س: ایک آدمی ٹرک کی زد میں آجانے کی وجہ سے بری طرح زخمی ہوگیا، اس کا سر کچل گیا، جسم کے دوسرے اعضاء بھی چور چور ہوگئے، اس نے دم توڑ دیا، اس کے بعد اس کا پوسٹ مارٹم ہوا، اس کو غسل دینے میں زحمت محسوس ہورہی ہے، کیا اس کو شہید مان کر بغیر غسل دفن کیا جاسکتا ہے؟

ج: اکسیڈینٹ میں مرنے والا اخروی شہید ہے، اسے شہادت کا ثواب ملے گا، لیکن دنیاوی اعتبار سے اس پر عام میت کے احکام جاری ہوں گے، اسے غسل وکفن دیا جائے گا، اگر میت کا جسم مسنون طریقہ پر غسل دیئے جانے کے قابل نہ ہو تو اس پر پانی بہادینا کافی ہوگا: ''ومن قتله السبع او احترق بالنار او تردى من جبل او مات تحت هدم او غرق غسل كغيره من الموتىٰ، لان هٰذه الاشياء غير معتبرة شرعاً فى احكام الدنيا'' (المبسوط للسرخسي: ۲/۵۳، باب الشهيد) (البحر الرائق: ۲/۳۴۳)

''ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه'' (هندية: ۱/۱۵۸)

اگر میت کے جسم پر پٹیاں ہوں تو کیا اس کو کھول کر غسل دیا جائے گا؟

س: اگر کسی شخص کا کسی حادثہ میں انتقال ہوجائے اور جسم کے زخمی ہونے یا جل جانے کی وجہ سے اس پر پٹیاں باندھی ہوئی ہوں تو کیا غسل کے وقت اس کی پٹیاں ہٹائی جائیں گی یا نہیں؟

ج: اگر پٹیاں جسم کے اکثر حصہ پر نہ ہوں اور ماہر ڈاکٹروں کے بقول پٹیاں ہٹانے سے گوشت ادھڑنے یا متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں پٹیاں ہٹائے بغیر غسل دیا جائے گا، اس طور پر کہ پٹیوں پر مسح کیا جائے گا اور باقی حصے کو دھویا جائے گا اور اگر پٹیاں ہٹانے میں گوشت ادھڑنے یا متاثر ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پٹیاں ہٹا کر غسل دیا جائے گا: ''قوله اعتبارا للاكثر علة لقوله: تيمم قوله وبعكسه وهو مالو كان اكثر الاعضاء صحيحا يغسل الخ ليكن اذا يمكنه غسل الصحيح بدون اصابة الجرح والا تيمم'' (رد المحتار: ۱/۴۳۰، باب التيمم)

میت کو غسل دینے کے بعد پوسٹ مارٹم ہونے پر پھر سے غسل کا حکم

س: ایک آدمی کا کسی حادثہ میں موت ہونے کے بعد غسل دلایا گیا، پھر اس کا پوسٹ مارٹم ہوا تو کیا پھر سے دوبارہ غسل دینا ہوگا؟

ج: ایک مرتبہ میت کو مسنون طریقہ پر جب غسل دے دیا گیا تو دوبارہ اس کو غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے، اگر پوسٹ مارٹم کی وجہ سے جسم سے خون وغیرہ نکلے تو اس کو روئی سے صاف کرکے بند کردیا جائے: ''والواجب هٰذا الغسل مرة واحدة... فان خرج منه شيء غسله ولايعيد غسله ولاوضوئه ثم ينشفه كى لاتبتل اكفانه'' (الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۸)

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 38 مورخہ ۲۳/ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۹/اکتوبر ۲۰۲۳ء روز سوموار

ذات پر مبنی مردم شماری کے اعداد وشمار

بہار میں ۲/اکتوبر ۲۰۲۳ء کا دن اس اعتبار سے بڑا تاریخی رہا کہ نتیش حکومت نے ذات پر مبنی مردم شماری کے اعداد وشمار جاری کردیئے، اس کام میں رکاوٹیں بہت آئیں، کام کو روکنا پڑا، نتائج کی اشاعت پر پابندی لگائی گئی، لیکن جب نیت میں خلوص ہو اور ارادے پختہ ہوں تو راستے بند نہیں ہوتے، بہار حکومت کو ذات پر مبنی مردم شماری کے لیے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے چکر لگانے پڑے اور بالآخر ان تمام رکاوٹوں کو عبور کرکے نتیش حکومت نے ایک ایسی پہل کردی، جس پر ہندوستان کی دوسری ریاستیں بھی آگے بڑھنے کو اب تیار ہیں، بہار حکومت نے ان اعداد وشمار کے جاری کرنے کے بعد اعلان کیا کہ سماج کے ہر طبقہ کو فائدہ پہونچنا چاہیے اور جس کی جتنی تعداد ہو اس اعتبار سے حصہ داری دی جائے، ہم جانتے ہیں کہ ایسا ہو نہیں پائے گا، کیوں کہ ہندوستان میں افسر شاہی اور بیوروکریٹ کی ہی حکمرانی رہتی ہے، اور ان بڑے عہدوں پر راجپوت، بھومی ہار اور برہمن ہی قابض ہیں، جن کی تعداد بہار کی کل آبادی 130725310 میں علی الترتیب 3.45، 3.67 اور 2.89 فی صد ہے، یہ بیوروکریٹ کبھی نہیں چاہیں گے کہ اوبی سی 27.1286% ای بی سی 36.0148% درج فہرست ذات 19.6518% درج فہرست قبائل اور جنرل زمرے کے 15.5224% لوگ ان پر حکمراں بن بیٹھیں، ابھی صورت حال یہ ہے کہ مرکزی سرکار کے نوے (90) سکریٹری میں صرف تین (3) اوبی سی ہیں، بقیہ سارے سکریٹری بڑی ذات سے آتے ہیں؛ بہار کے حالات بھی اس سے الگ نہیں ہیں، یہاں اعلیٰ ذات آزادی کے بعد سینتیس سال (37) ایک سو ستانوے دن وزیر اعلیٰ کی کرسی پر قابض رہے، شری کرشن سنہا، جگرناتھ مشرا، کے بی سہائے، بندیشوری دوبے، ونود انند جھا، چندر شیکھر سنگھ، کیدار پانڈے، بھاگوت جھا آزاد، مہامایا پرساد سنگھ، ستندر نرائن سنہا، ہری ہر سنگھ، دیپ نارائن سنگھ کا شمار اسی طبقہ سے ہے، صرف تین وزیر اعلیٰ اس درمیان درج فہرست ذات سے ہے، جن میں سے کسی نے بھی ایک سال کی مدت بھی پوری نہیں کی، ان وزراء اعلیٰ میں رام سندر داس 302 دن، بھولا پاسوان شاستری 112 دن، جیتن رام مانجھی 278 دن ہی وزیر اعلیٰ کی کرسی پر رہ پائے، اقلیتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان کو صرف ایک بار وزیر اعلیٰ بننے کا موقع ملا، لیکن یہ بھی اپنی مدت پوری نہیں کرسکے، یہ عبد الغفور تھے جن کے اقتدار کا سورج صرف ایک سال دو سو تر اسی دن ہی چمک سکا، جے پی اندولن نے ان کی بساط سیاست کو ہی سمیٹ ڈالا، اب حالات کچھ مختلف ہیں، اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی تعداد 2.44 فی صد کمی ہے، اس کے باوجود رکاوٹیں آئیں گی اور آنے والے وقت میں یہ دیکھنا انتہائی دلچسپ ہوگا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

اعداد وشمار کے مطابق ریاست کی کل آبادی 13425310 میں ہندو 81.99% مسلم 17.70% عیسائی، سکھ، بدھ، جین، دیگر اور دہریے (لامذہب) کی تعداد اعشاریہ صفر کے بعد ہے، اس طرح مسلمان اس ریاست میں دوسری بڑی اکثریت ہے اور ایوان نمائندگان میں ان کی تعداد اچھی خاصی ہونی چاہیے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسمبلی میں ان کی تعداد دن بدن گھٹ رہی ہے اور سیاسی سطح پر جس حصہ داری کی بات انتخاب کے وقت میں زوروں پر اٹھتی ہے، حقائق سے اس کا کچھ لینا دینا نہیں ہوتا، سیاسی پارٹیاں اس تعداد میں مسلمانوں کو ٹکٹ ہی نہیں دیتیں، جیت کرآنا تو بہت دور کی بات ہے، جس حلقہ سے ٹکٹ دیا جاتا ہے، وہاں بھی داخلی طور پر ایسے حالات پیدا کردیے جاتے ہیں کہ مسلمان جیت نہیں پاتا ہے، یہاں ذات برادری کا ہندوؤں میں اس قدر غلبہ ہے کہ وہ اپنی برادری کے امیدوار کو ہی ووٹ دے گا، چاہے وہ کسی پارٹی سے کھڑا ہو۔

مسلمانوں کے یہاں ذات برادری کا ایسا تصور تو نہیں ہے، جیسا ہندوؤں کے یہاں ہے پھر بھی گاہے گاہے مختلف برادری کے لوگ اپنی برادری کے نام پر مسلمانوں میں طبقاتی کشمکش پیدا کرنے کا کام کرتے رہے ہیں، اس فکر اور سوچ کو بڑھاوا لالو، رابڑی دور حکومت میں زیادہ ملا جب ہر برادری والے نے اپنی الگ الگ تنظیم بنا کر جلسے جلوس کے ذریعہ اپنا وجود منوائے کا کام کیا، موجودہ مردم شماری میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد 23149925 بتائی گئی ہے، جن برادریوں کے اعداد وشمار ظاہر کیے گیے، اس میں شیخ برادری کے لوگوں کی تعداد 3.82% فی صد ہے، جب کہ انصاری 3.55% فی صد ہیں، خان کی تعداد 0.75 ہے، سرجاپوری 1.87 دھنیا 1.43، راعین 1.40، شیر شاہ آبادی 1.00، کلہیا 1.00، سائیں فقیر 0.50، دھوبی 0.3135، قصاب، 0.1024، بکھو 0.0282، اور سید 0.22، فی صد ہے، جاری اعداد وشمار نے اس پروپیگنڈہ کی ہوا نکال دی ہے کہ مسلمانوں کے یہاں خاندانی منصوبہ بندی نہیں ہونے کی وجہ سے ان کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی ہے تو اسلامی نقطۂ نظر سے غلط، لیکن یہ مسلمانوں کے اندر اس قدر رائج ہوگیا ہے کہ ان کے یہاں بھی زیادہ بچوں کی ولادت نہیں ہو رہی ہے، اس لیے ان کی آبادی 17.70 فی صد سے آگے نہیں بڑھ سکی ہے۔ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ گذشتہ بارہ سالوں میں ان کی آبادی صرف پانچ فی صد بڑھی ہے، 2011 کی مردم شماری میں مسلمان 12.5 فی صد تھے اب ان کی تعداد 17.7 فیصد ہے، جب کہ انہیں سالوں میں دلتوں کی آبادی 14.1 فی صد سے بڑھ کر 19.65 فیصد ہوگئی ہے۔

ایک دوسری تشویشناک بات عورت کی تعداد کا مرد کے مقابل فی ہزار میں 47 کا کم ہونا ہے، اس لیے کہ حالیہ مردم شماری میں ایک ہزار مرد کے مقابل صرف 953 خواتین ہیں، ایسے میں ہر ایک ہزار میں سینتالیس مردوں کو ازدواجی زندگی گذارنے کے لیے خاتون نہیں مل پائیں گی، لوگ پروپیگنڈہ اس کا بھی کرتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کے یہاں چار شادی کی جاتی ہے، ایسا بالکل ہوتا نہیں رہا ہے، لیکن اب تو شرعی اجازت کے باوجود اس کا امکان ہی باقی نہیں رہا، کیوں کہ جب عورتوں کی تعداد کم ہے، تو زیادہ لڑکیاں آئیں گی کہاں سے؟ اس لیے کم از کم اس اعداد وشمار کے اعتبار سے اس کا امکان معدوم ہوتا جارہا ہے، یہ صنفی عدم توازن دراصل ہم نے خود ہی پیدا کیا ہے، لڑکیوں کے حمل کا اسقاط اور ماں کے پیٹ میں لڑکی ہونے کی خبر پر اس کا قتل کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ عرب میں بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ دفن کردیا جاتا تھا تو گاؤں سماج کے لوگوں کو خبر ہو جاتی تھی، آج حمل میں لڑکیوں کو ضائع کیا جاتا ہے تو کبھی کبھی تو گھر والوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔

ہندو برادری کے جو اعداد وشمار ہمارے سامنے آئے ہیں، ان میں یادو سب سے بڑی آبادی ہے، اس کا تناسب مجموعی آبادی میں 14.26 فی صد ہے، دوسری تمام برادریاں، راجپوت، بھومی ہار، برہمن کائستھ، کرمی، کشواہا، دھانک، مسہر، سونار، کمہار، بڑھئی، دھوبی، نائی، کانو اور تیلی کی آبادی اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، اس تناظر میں یادو کی اہمیت انتخاب میں بہت بڑھ گئی ہے، اور آئندہ انتخاب میں ٹکٹوں کی تقسیم میں ان کا حصہ بڑھ جائے گا، جو پہلے بھی کم نہیں ہے، اس طرح اگر لالو یادو کا مائی (MY) مسلم + یادو + اوبی سی کا کارڈ ایمانداری سے کھیلا جائے تو مسلمانوں کی نمائندگی ایوان میں بڑھنے کے لیے راستہ صاف ہوسکتا ہے، شرط ایمان داری ہے، جو ہر سیاسی پارٹی میں ان دنوں مفقود ہے، اگر ان تینوں نے انتخاب میں مل جل کر حصہ لیا، مسلمان پسماندہ طبقات، پچھڑا، اتی پچھڑا ملا کر یہ تعداد اسی (80) فی صد تک جا پہونچتی ہے۔

تجزیہ کا یہ عمل آئندہ بھی جاری رہے گا، لیکن ہمیں نتیش حکومت کی اس ماسٹر اسٹروک کی ستائش کرنی چاہیے کہ وہ ایک ناممکن کو ممکن بنانے میں کامیاب ہوگئی، اور اس نے وہ کر دکھایا، جس کی ہمت ہندوستان کی دوسری ریاستیں نہیں کرسکیں، ہمیں یہاں پر یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہندوستان میں انگریز دور حکومت میں 1872 میں پہلی بار مردم شماری کرائی گئی 1931 تک جتنی بار بھی مردم شماری ہوئی اس میں ذات برادری کے اعداد وشمار بھی جاری کیے جاتے تھے، آزادی کے بعد 1951 میں پہلی مردم شماری کے موقع سے اس سلسلہ کو موقوف کردیا گیا، اور صرف درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل کے اعداد وشمار جاری کیے جانے لگے، ہر دس سال پر مردم شماری کا کام تو جاری رہا، لیکن وہ ذات برادری کے اعداد وشمار پر مشتمل نہیں ہوا کرتا تھا، 2011 میں جواب تک کی آخری مردم شماری ہے اس میں یوپی اے سرکار نے ذات و برادری کے اعداد وشمار کا اندراج کرایا، لیکن مصلحتیں آڑے آگئیں اور ان اعداد وشمار کو پردۂ خفا میں رکھا گیا، موجودہ مرکزی حکومت نے کورونا کا سہارا لے کر گذشتہ 150 سال میں پہلا موقع ہے جب مردم شماری نہیں کرائی، اور مستقبل قریب میں اس کا امکان بھی نظر نہیں آتا اس لیے کہ 2024 کا پارلیمانی انتخاب سر پر ہے اور اس کی تیاری حکومت کے نقطۂ نظر سے مردم شماری سے زیادہ اہم ہے۔

بہار میں ذات برادری پر مشتمل اعداد وشمار کے اجراء سے سیاسی اعتبار سے سب سے بڑا نقصان بھاجپا کو اٹھانا پڑے گا، کیوں کہ بھاجپا نے ملک کو دو مذہبی طبقات میں پورے ملک کو بانٹ کر 2014 اور 2019 میں بازی مار لی تھی، لیکن نتیش حکومت نے ہندتوا کے مقابل ایک بڑی لکیر کھینچ کر بھاجپا کا سارا کھیل بگاڑ دیا ہے، دیکھنا ہے کہ آر ایس ایس کے نظریہ ساز ادارے اور افراد اس کے مقابلہ کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کرتے ہیں، اتنی بات تو پکی ہے کہ اس رپورٹ کے بعد ذات پر مبنی سیاست کو مزید بڑھاوا ملے گا، اور ہر برادری اپنے اپنے حق میں آواز اٹھا کر حصہ داری چاہے گی، البتہ چھوٹی چھوٹی پارٹیاں، مثلاً جیتن رام مانجھی کی ہندوستانی عوام مورچہ، مکیش سہنی کی وکاش شیل انسان پارٹی کا دباؤ دوسری پارٹیوں پر کم بنے گا، کیوں کہ ان کی تعداد انتہائی کم ہے، اس مردم شماری نے کمنڈل پر منڈل کو پھر سے غالب کردیا ہے، اس سے رزرویشن کے نئے نئے فارمولے وجود میں آئیں گے۔

مردم شماری کے اس کام میں معاشی سروے کا کام بھی کیا گیا تھا، لیکن حکومت نے کسی خاص مصلحت سے اس کے اعداد وشمار ابھی جاری نہیں کیے ہیں، اگر وہ اعداد وشمار جاری ہو جائے تو وزیر اعظم کو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہنے کا موقع نہیں ملتا کہ برادری تو صرف دو ہے، ایک امیر اور ایک غریب، معاشی رپورٹ آنے سے یہ بات واضح ہو جاتی کہ کس برادری کے کتنے فی صد لوگ غریبی میں خطرے کے نشان سے نیچے جا چکے ہیں اور ہندوستان کی اقتصادیات سے ان کو کس قدر فائدہ پہونچ رہا ہے، جب بھی یہ رپورٹ آئے گی تو ایک اور گھمسان ہندوستانی سیاست میں مضبوط دستک دینے کی پوزیشن میں ہوگا۔

بہار میں ڈینگو کا قہر

بہار میں ڈینگو کے مریضوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے، اعداد وشمار کے مطابق چھ ہزار لوگ اب تک ڈینگو سے متاثر ہو چکے ہیں، اگست اور ستمبر میں یہ تعداد تیزی سے بڑھی ہے، اگست میں 231 مریض پائے گیے تھے، جبکہ صرف ستمبر میں 5730 لوگ اس مرض کے شکار ہوئے۔ آخری سترہ دنوں میں یہ تعداد تیزی سے بڑھی ہے، ماضی کی طرف نگاہ دوڑائیں تو 2019 میں 6667 لوگ اس مرض میں مبتلا ہوئے تھے، امسال اب تک اس مرض سے پندرہ لوگ اپنی جان گنوا چکے ہیں۔ ڈینگو کی علامتوں میں سے تیز بخار، سر اور جسم کے دوسرے حصوں میں درد، قے و متلی، آنکھوں میں درد، جوڑوں مین سوجن، چمڑے پر دھبہ پایا جانا اور زیادہ خطرناک مرحلہ میں پہونچنے پر ناک اور منہ سے خون کا آنا شامل ہے، اس مرض سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر انتہائی ضروری ہیں۔

حکومت بہار اس سلسلے میں گیس کے ذریعہ مچھروں کو ختم کرنے کی مہم چلا رہی ہے، اس کام میں عوام کو بھی اپنی حصہ داری نبھانی چاہیے۔ مچھروں سے حفاظت کے لیے مچھر دانی یا آل آؤٹ وغیرہ کا استعمال کریں۔ پورے آستین والے کپڑے پہنیں، کولر کے پانی کو ایک سے دو روز کے اندر تبدیل کریں، اگر گھر کے اردگرد پانی جمع ہو تو اس میں مٹی کا تیل ڈالیں اور کوشش کریں کہ پانی جمع نہ ہو اور آخری حد تک اس مرض سے محفوظ رہنے اور رکھنے کے جو طریقے ڈاکٹروں کی جانب سے سمجھائے جارہے ہیں، اس پر عمل کرلیا جائے، کھانے پینے میں احتیاط برتی جائے، کافی پینے سے گریز کیا جائے، پھلوں کا رس پینا، پپیتا کا پتہ اور کے وی پھل پلیٹ لیٹ بڑھانے میں انتہائی مفید ہے، سبزیوں میں پالک، کدو، گاجر، بند گوبھی چقندر کا استعمال بھی مرض کو تیزی سے کم کرتا ہے اور پلیٹ لیٹ کی مقدار بڑھاتا ہے، ڈینگو میں ناریل پانی اور الکٹرول پاؤڈر کے استعمال سے جسم کے درجۂ حرارت میں کمی واقع ہوتی ہے، مصالحہ دار چیزوں کا ستعمال ایسیڈیٹی اور السر پیدا کرسکتا ہے، اس لیے اس سے گریز کریں، آرام فرمائیں، صحت کے ساتھ رہیں اور دوسروں کے لیے صحت مند رہنے کا ماحول بنائیں۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: محمد اللہ قیصر

مولانا سعید احمدؒ

چند دنوں سے حضرت مولانا سعید احمد صاحب بن عبدالقدیر بن محمد نبی خان بن محمد سومن کی طبیعت ناساز تھی، مقامی علاج سے افاقہ نہیں ہوا تو انہیں پٹنہ منتقل کیا گیا، سانس لینے میں تکلیف تھی، مرض نے شدت اختیار کی تو وینٹیلیٹر پر رکھ دیا گیا، ڈاکٹر نے کہا، صحت یابی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، واپس لے جائیں، دوسرے لفظوں میں موت کا انتظار کریں، اہل خانہ نے کہا، "جب تک سانس تب تک آس "یعنی ہر تدبیر اختیار کی گئی؛ لیکن "موت کا ایک دن معین ہے" وہ معین وقت جب آجاتا ہے تو دنیا کی جدید ترین مشین، ماہر ترین طبیب اور بڑی سے بڑی تدبیر سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، اور خدا کی امانت خدا کے پاس جا کے رہتی ہے۔

تقریبا 8 بجے صبح گاؤں سے ایک عزیز کا فون آیا، بے وقت کی کال تھی کچھ گھبراہٹ بھی ہوئی، ریسیو کیا، علیک سلیک کے بعد گویا ہوئے تو دل سن سے رہ گیا، حضرت مولانا سعید صاحب کی وفات ہوگئی، تھوڑی دیر دونوں طرف خاموشی تھی، پھر انقطاع۔

دیر تک مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سراپا نظروں کے سامنے گھومتا رہا، میانہ قد، کھلتا رنگ، سفید داڑھی، چوڑی پیشانی، دوہرا بدن، مسکراتا چہرہ، سریلی آواز؛ لیکن پرزور، نغمگی لب ولہجہ، سلام کیجئے، صرف جواب پر اکتفاء کے بجائے مزید استفسار، کیسے ہو، کب آئے، دیگر احوال کیسے ہیں، ملنے میں ایک دو دن کی تاخیر ہوئی تو محبت بھرا شکوہ، کل آئے، اور ملاقات آج! ایسا لگتا جیسے کسی کی طرف سے شفقت ومحبت کی پھوار نہیں بوچھاڑ ہوگئی، ان کی انہیں اداؤں کو یاد کرتے ہوئے بےچینی اپنی تمام تر حدیں پار کر رہی تھی، پھر دفعتاً خیال آیا، ہر جان، جان آفریں کی امانت ہے، واپسی پر کیسی آہ و بکا، ہاں بس رب کریم سے دعا ہے کہ اے مالک! حضرت مولانا تیرے بندوں کے تئیں بڑے مخلص اور ہمدرد تھے، تیری مخلوق سے انہیں محبت تھی، لگاؤ تھا، ایک انس تھا، ہم گواہ ہیں کہ وہ سب کیلئے اخلاص و وفا کا پیکر تھے، تو انہیں اپنی شایان شان بہترین صلہ عطاء کر، ان کی بال بال مغفرت فرما۔

حضرت مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کٹھیلا میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے فارغین کی دوسری کھیپ میں سے تھے، مولانا کا آبائی وطن کٹھیلا تھا، آپ کے والد عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتہائی شریف النفس خلیق، ملنسار اور گاؤں کے معزز اور قابل قدر لوگوں میں سے تھے، حضرت مولانا کی ولادت کٹھیلا میں 7/4/1956 میں ہوئی، یہیں پلے بڑھے، ابتدائی تعلیم اپنے نانا مولانا عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد مدرسہ محمود العلوم دملہ میں داخلہ لیا، یہاں ایک سال رہے پھر حضرت مولانا ابرار صاحب قاسمی مدظلہ العالی کی معیت میں جو اس وقت مدرسہ اشرف العلوم کنہواں میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، مدرسہ اشرف العلوم چلے گئے، جہاں دو سال رہے، عربی سوم کی تکمیل کے بعد مدرسہ بشارت العلوم کھرایاں پتھرایا میں داخل ہوئے، یہاں آپ نے حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جلالین پڑھی، پھر علوم دینیہ کے ہر متلاشی کی آخری آرزو، دیار شوق، ازہر ہند دارالعلوم میں داخلہ کا خواب سجائے دیوبند کیلئے رخت سفر باندھا، خوش قسمتی کہ اسی سال دارالعلوم میں داخلہ ہوگیا، جہاں دو سال تک وقت کے سلاطین علوم سے گنجینۂ حکمت ومعرفت حاصل کرتے رہے، 1974 میں دورہ حدیث کی تکمیل کی، آپ نے بخاری شریف حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمہ سے پڑھی، دارالعلوم سے فراغت کے بعد مدرسہ اصلاحیہ نام نگر نبٹولیہ دربھنگہ سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا، چند سالوں تک وہاں خدمات انجام دینے کے بعد کچھ دنوں محمد پور میں رہے، پھر بحیثیت مدرس اپنی مادر علمی مدرسہ محمود العلوم دملہ تشریف لائے، جہاں آپ نے درجات متوسطہ کی شرح وقایہ اور ہدایہ جیسی اہم کتابیں پڑھائیں، یہاں آپ کی علمی صلاحیت بہترین شکل میں نمایاں ہو کر سامنے آئی، چنانچہ آپ ایک کامیاب اور مقبول مدرس بن کر ابھرے، آپ کا درس طلبہ میں بیحد مقبول تھا، درس میں تفصیلات کا انبار لگا کر، اپنی تبحر علمی اور کثرت مطالعہ سے طلبہ کو مرعوب کرنے کے بجائے معصوم ذہنوں تک علم کی رسائی کو آسان تر بنانے پر زور دیتے، ان کی کوشش ہوتی کہ طلبہ کی فکری ساخت ایسی بن جائے کہ علم کی جستجو اس کا مقصد حیات بن جائے۔

مدرسہ محمود العلوم دملہ میں آپ کی خدمات کا دورانیہ دس سال سے زیادہ عرصہ پر محیط ہے، اس دوران سرکاری اسکول میں بحالی کی امید نظر آئی تو کوشش کرنے لگے، چناں چہ 1988 میں آپ کی بحالی مڈل اسکول ململ میں ہوگئی، بیس سال تک وہیں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، 2008 میں مڈل اسکول دملہ میں بحیثیت صدر مدرس آپ کی منتقلی ہوئی جہاں 8 سال بحیثیت صدر مدرس خدمات انجام دینے کے بعد 2016 میں ریٹائر ہوئے، تدریسی مشغولیات سے سبکدوشی کے بعد گاؤں میں ہی اہل خانہ کے ساتھ سکونت پذیر تھے، چوں کہ فطری طور پر انتہائی متحرک وفعال تھے، اور ابتدا سے ہی گاؤں کی سماجی ذمہ داریوں سے مربوط رہے، اسلئے اسکول سے سبکدوشی کے بعد آپ کے سماجی کاموں کا دائرہ مزید وسیع ہوگیا، اور آپ نے خود کو ملی اور سماجی کاموں کے لئے کل وقتی طور پر وقف کر دیا، بظاہر کوئی عارضہ نہیں تھا، دائمی امراض سے بھی محفوظ رہے، اخیر کے دنوں میں شوگر کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا، جس سے دن بدن صحت بگڑتی گئی، کچھ دنوں قبل بخار میں مبتلاء ہوئے، مقامی علاج ومعالجہ سے افاقہ نہیں ہوا تو ہاسپٹل لے جائے گئے، وہاں سے پٹنہ منتقل کیا گیا؛ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، وقت موعود آتا ہے تو تقدیر ہر تدبیر پر غالب آ کے رہتی ہے، چناں چہ بروز جمعہ بتاریخ 22 ستمبر 2023 بوقت صبح داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے پیچھے سوگواروں کا ایک جم غفیر چھوڑ کر چلے گئے۔

مولانا سعید صاحب ان چند لوگوں میں سے تھے جن کی حرکت ونشاط سے بھری زندگی کو مثالی کہا جا سکتا ہے، انتہائی متحرک وفعال اور چاق وچوبند تھے، مڈل اسکول میں مدرس تھے، چنانچہ صبح نو بجے اسکول جاتے، شام تک واپسی ہوتی، پھر کسی نہ کسی طے شدہ یا اچانک پیش آمدہ کام کیلئے گاؤں میں نکل جاتے، کبھی کسی کی عیادت مقصود ہوتی تو کبھی کسی کی خوشی میں شرکت، (بقیہ صفحہ ۹/ پر)

کتابوں کی دنیا

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

اسپتال سے جیل تک

ڈاکٹر کفیل خان بن شکیل خان (م ۳/ مارچ ۲۰۰۳) ساکن محلہ بسنت پور، گورکھپور گذشتہ پانچ سالوں سے سرخیوں میں رہے ہیں، ۱۰/ اگست ۲۰۱۷ء کی وہ بھیانک رات جس میں گورکھپور اسپتال میں آکسیجن کی سپلائی رک جانے کی وجہ سے ترسٹھ (63) بچوں اور اٹھارہ (18) بالغوں کو اپنی جان گنوانی پڑی، یہ انتہائی المناک طبی حادثہ تھا، ڈاکٹر کفیل خان کو مریضوں کی جان بچانے کی جد وجہد کا یہ صلہ ملا کہ وہ پہلے معطل کیے گیے، پھر برطرف ہوئے اور آٹھ ماہ کی طویل قید انہیں نصیب ہوئی، انہوں نے اپنی یادداشت انگریزی میں The Gorakhpur Hospital Tragedy کے نام سے لکھی تھی، اردوداں حلقہ کو اس کے ترجمہ کا انتظار تھا، چنانچہ اس کتاب کا انتہائی رواں ترجمہ امام محمد شعیب وارم فاطمہ نے کیا، نظر ثانی کا کام محمد علیم اللہ اور گلزار صحرائی کے حصہ میں آیا، فاروس میڈیا اینڈ پبلشنگ پرائیوٹ لمیٹڈ D-84، ابوالفضل انکلیو-۱، جامعہ نگر نئی دہلی سے یہ کتاب طبع ہوئی ہے، تین سو بارہ صفحات کی اس کتاب کی قیمت تین سو پچھتر (375) روپے ہے جو معیاری کاغذ وطباعت اور کارڈ بورڈ پر شاندار اور دیدہ زیب ٹائٹل کے لیے ٹھیک ہی ہے، ملنے کا پتہ الگ سے کہیں درج نہیں ہے، اس کا مطلب ہے کہ ناشر کے یہاں سے ہی دستیاب ہو سکتی ہے۔

کتاب کا انتساب ان معصوم بچوں کے نام ہے جو بی آر ڈی میڈیکل کالج گورکھپور میں اگست ۲۰۱۷ء میں اپنی زندگی کی جنگ ہار گیے اور ان بہادر والدین کے نام ہے، جنہوں نے غموں کے لامتناہی سلسلے کو برداشت کیا اور بے انتہا تلخیاں جھیلیں اور آج بھی انصاف کے منتظر ہیں، اس کے بعد کتاب میں مذکور تمام افراد کا تعارف کرایا گیا ہے، سانحہ سے متعلق تاریخ وار واقعات کو یک جا قلم بند کیا گیا ہے مصنف کے قلم سے کتاب کا مقدمہ ہے جو ایک خواب اور ایک ڈراؤنا خواب کے عنوان سے ہے، مصنف نے اس اہم اور قیمتی کتاب پر کسی کا پیش لفظ وغیرہ نہیں لکھوایا ہے، جس کا آج کل فیشن سا چل پڑا ہے اور اتنی تحریریں کتاب کی تعریف میں مختلف عنوانات سے دوسروں سے لکھوائی جاتی ہیں کہ اس کا حجم کتاب کے ایک تہائی صفحات پر چلا جاتا ہے، ڈاکٹر کفیل خان کو اپنی تحریر پر اعتماد ہے، اس لیے اپنی تحریر کو باوزن بنانے کے لیے وہ کسی اور کی تحریر کا سہارا نہیں لیتے، مقدمہ کی آخری ان سطروں کو کو پڑھ کر ہم اس کتاب کے مصنف کے سوز دروں تک پہونچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ آنے والے سال میں میرے خلاف نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکائی جائے گی، میں گورکھپور میں ہی پلا بڑھا تھا، مگر مجھے اس کا بالکل اندازہ نہیں تھا کہ یہ شہر میرے لیے ایک میدان جنگ بن جائے گا، جس میں خود مجھے اپنی زندگی اور بقا کی جنگ لڑنی پڑے گی۔ میری یہ کتاب اسی کی داستان ہے''۔ اس داستان کا آغاز ۸/ اگست ۲۰۱۷ء سے ہوتا ہے اور ۳/ فروری ۲۰۲۲ء تک کی داستان قلم بند کرنے کے بعد مصنف کا قلم خاموش ہو جاتا ہے۔''

کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ فرض، دوسرا حصہ قید، تیسرا حصہ تلاش اور چوتھا حصہ عزم وارادہ کا بیانیہ ہے، ہر حصہ کے اندر کئی کئی باب ہیں، جو بات کو زیادہ واضح کرنے میں ممد ومعاون ہے، اس طرح پوری کتاب بائیس (22) ابواب تک پہونچ گئی ہے۔ اس کے بعد کتاب کا خاتمہ ہے، جس میں ایک ڈاکٹر اور ایک شہری، شکر گذاری ذرائع پر تبصرے اختصارات اور تصویروں کا البم شامل کیا گیا ہے۔

پوری کتاب ایک المیہ داستان ہے، جس میں جذبات کی شدت، احساس ذمہ داری، کچھ کر گذرنے کی جرأت، حالات سے مردانہ وار مقابلہ کی خواہش کی موجیں ابلتی نظر آتی ہیں، حالات کے مدوجزر، میں جرم بے گناہی کی سزا کاٹ رہا اس کتاب کا مصنف قارئین سے بھر پور ہمدردی بٹورتا ہے، یہ ہمدردی مصنوعی اور دکھاوے کی نہیں، بلکہ حقیقتاً ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایک شخص کو غلط بھٹی میں تپایا جا رہا ہے۔

کتاب کے بڑے حصہ سے میڈیا کے ذریعہ کفیل خان کو بدنام کرنے اور جھوٹے افسانے گڑھنے کا بھی پتہ چلتا ہے، ان عہدوں سے ان کے استعفیٰ کے چرچے بھی خوب کیے گیے جس پر کفیل خان کبھی تھے ہی نہیں، یہ سب ایک سازش کا حصہ تھا، شروع میں ان کے کام کو سراہا گیا، ان کے کام کو ایک ہیرو کی طرح پیش کیا گیا، لیکن جب گندی سیاست کی شعلہ باری ہوئی تو کفیل خان کا سب کچھ جل کر خاکستر ہو چکا تھا، ان میں ان کے وہ زریں خواب بھی تھے جو انہوں نے شعبۂ اطفال کی ترقی کے لیے بجوئے تھے، وہ فطری محبت بھی تھی، جو بچوں سے ان کو تھی، اور قوم کے لیے کچھ کر گذرنے کا جذبہ بھی تھا، جو ان کو خاندان کی طرف سے ورثہ میں ملا تھا، وہ گنگا جمنی تہذیب کو گلے لگانے کے قائل تھے، جسے نفرت کی آندھیوں نے کہیں دور جا پھینکا تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ہم ہندوستانی جیلوں میں قید لوگوں کے مصائب اور پریشانیوں کو محسوس کر سکتے ہیں، جیلر کا رویہ قیدیوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے اور خود ایک قیدی دوسرے قیدی کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے، انسانیت کی دبی چنگاری کبھی یہاں بھی کام کر جاتی ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ اس لیے بھی مفید ہے کہ کس طرح لوگوں کو پھنسایا جاتا ہے، کیسے کیسے جال بچھائے جاتے ہیں، جب جال میں کوئی پھنس جاتا ہے اس کی تڑپ کیا ہوتی ہے اور اس کے بند کس طرح کسے جاتے ہیں، اور ظلم وجور کی بھٹی میں کس طرح گرمایا اور جلایا جاتا ہے، پڑھیے ایک کہانی جو صداقت پر مبنی ہے، ایک داستان جو دھیرے دھیرے دراز ہو جاتی ہے، ایک ناول جس کا ہر کردار ہمیں متوجہ کرتا ہے، اور بتاتا ہے کہ ناانصافی اس دنیا کی حقیقت ہے، اور ہمیں خواہی نخواہی اس ناانصافی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہاں عہدے منصب، جواہر اور سیم وزر سے فیصلے متاثر ہوتے ہیں اور انصاف کی دیوی جو دیو مالائی روایتوں کے مطابق اندھی ہے، اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی ہے، اس کے پلڑے میں کوئی بھی دولت مند سیم وزر رکھ کر دوسرے پلڑے کو جھکا دیتا ہے، دیوی دیکھتی نہیں ہے اسے پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب جرم بے گناہی کا پلڑا جھک گیا اور کب معصوم خطا لائق سزا قرار پا گئے، پڑھئے اور اس کتاب کو ضرور پڑھیے، یہ ایک آئینہ ہے ہمارے سماج کا آئینہ اس میں اپنی شکل بھی نظر آنے لگے تو مت گھبرائیے، یاد رکھیے۔

سچ بات مان لیجئے چہرے پر دھول ہے
الزام آئینوں پر لگانا فضول ہے (انجم رہبر)

حکایات اهل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

تقویٰ وپرهیزگاری کی نادر مثالیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلفاء بنی امیہ میں ایک بڑے عدل پرور اور انصاف پسند حکمراں گذرے ہیں، ان کے کردار وعمل نے خلفاء راشدین کے عہد کی یاد تازہ کردی، انہوں نے اپنے عہد حکومت میں بیت المال کو عوام کی امانت سمجھ کر حفاظت کی، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مال غنیمت میں بہت مشک آیا اور لوگوں میں تقسیم کرنے لگے، جب مشک کی تقسیم شروع ہوئی تو آپ نے ناک پر کپڑا رکھ لیا تا کہ اس کی خوشبو دماغ میں نہ جاسکے، کسی نے پوچھا، آپ نے ناک پر کپڑا کیوں رکھا؟ جواب دیا، مشک کا فائدہ اس کی خوشبو ہے اور چونکہ یہ مشک مسلمانوں کا مال ہے، اس لئے مجھے اس مال سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں پہونچتا۔ اسی طرح ایک دن بیت المال سے سیب لاکر ان کے سامنے تقسیم کئے جارہے تھے، امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بچہ ان کے قریب کھیل رہا تھا، اس نے کھیلتے کھیلتے ہاتھ بڑھا کر ایک سیب اٹھالیا اور منہ سے کاٹنے لگا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جھپٹ کر بچے سے سیب چھین لیا، وہ روتا ہوا والدہ کے پاس پہونچا اور سارا حال کہہ سنایا، ماں نے بازار سے منگوا کر بچے کو سیب دیئے تو اس کا رونا بند ہوا، جب امیر المؤمنین گھر تشریف لائے تو سیب پڑے ہوئے دیکھے، پوچھا، یہ سیب کہاں سے آئے ہیں؟ بیوی نے خفگی کے ساتھ جواب دیا، کہیں سے بھی آئے ہوں، بیت المال سے نہیں آئے، غضب خدا کا ایک سیب کے لئے بچہ کا منہ زخمی کردیا، امیر المؤمنین بولے ٹھیک ہے، لیکن میں یہ ہرگز برداشت نہیں کرسکتا کہ ایک سیب کی خاطر انصاف کے ثواب سے محروم ہوجاؤں، یہی وہ تابناک مثالیں ہیں جن کے باعث خلفاء راشدین کے مبارک عہد کی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں اور صالح عمل کی تحریک ہوتی ہے۔

تربیت میں ماحول کا اثر: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک دفعہ ایک شادی میں تھانہ بھون تشریف لے گئے، شادی کی تقریب سے فارغ ہونے کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے زیارت وملاقات کی، جب ان دونوں بزرگوں کی بات چیت شروع ہوئی تو حاجی صاحب نے پوچھا کہ آپ کسی سے بیعت بھی ہوئے یا نہیں؟ آپ نے کہا کہ نہیں، حاجی صاحب نے فرمایا کہ پھر مجھ سے ہی بیعت ہوجایئے، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر بیعت ہوں گا کہ آپ مجھے ذکر وشغل کا حکم نہ فرمائیں گے، حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو بیعت ہونے کو کہا ہے، ذکر وشغل کو تو میں نے کہا ہی نہیں اور وعدہ فرمایا کہ آئندہ بھی نہیں کہوں گا، چنانچہ آپ بیعت ہوگئے، حاجی صاحب نے فرمایا کہ تین دن یہاں ٹھہریئے، آپ تین دن وہاں ٹھہر گئے، جب رات کے وقت ڈھائی تین بجے سب لوگ تہجد ادا کررہے ہیں، حضرت گنگوہی کو شرم آئی، انہوں نے بھی اٹھ کر نماز تہجد پڑھی، پھر جب دیکھا کہ لوگ ذکر وشغل میں مشغول ہیں تو آپ بھی مشغول ہوگئے، دوسرے دن پھر یہی حالت ہوئی، تیسرے دن خود بخود خوشی سے تہجد پڑھی اور ذکر وشغل میں مشغول ہوگئے، تیسرے دن حاجی صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگا کہ حضرت آپ نے تو سب کچھ ہی کروادیا، حضرت نے فرمایا کہ میں نے تو نہیں کہا، اب آپ جاسکتے ہیں، حضرت گنگوہیؒ نے عرض کیا کہ اب تو میں نہیں جاتا، چنانچہ ۴۰؍دن وہاں ٹھہرے اور تھوڑے عرصے کے بعد خلافت لے کر واپس ہوئے جب عادت پڑتی ہے عبادت کا رنگ غالب آجاتا ہے۔

نیک بیوی نے کہاجزاک الله: ایک بار دمشق میں سخت گرانی ہوئی، لوگ اپنے باغات کو معمولی قیمت پر فروخت کرنے لگے، وہاں کے ایک بڑے عالم شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی اہلیہ نے کچھ روپیہ کا انتظام کیا کہ اسی سے کوئی باغ خرید لیا جائے اور شیخ کو اسی غرض سے روپیہ دیا، شیخ نے وہ روپیہ خیرات کردیا، اہلیہ نے دریافت کیا کہ کیا باغ خرید لیا گیا، شیخ نے جواب دیا کہ ہاں، باغ خرید لیا ہے، مگر جنت میں، لوگ فقر وفاقہ میں مبتلا تھے، اس لئے میں نے اس روپیہ کو انہیں میں تقسیم کردیا، نیک بیوی نے کہا جزاک اللہ

احتجاج کا انوکھا انداز: اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اقتدار سنبھالتے ہی تمام سرکاری گلوکاروں اور فن کاروں پر پابندی عائد کردی کہ آئندہ کوئی موسیقی یا طبلہ نہیں بجائے گا، اس پر تمام موسیکاروں نے احتیاج کیا، شور مچایا، مگر پابندی برقرار رہی، چنانچہ ایک دن ان فن کاروں نے چارپائی پر کفن ڈالا اور اس کے اوپر پھول بکھیر کر جنازہ پڑھا اور روتے دھوتے گلی سے گذرنے لگے، اورنگ زیب نے جب یہ دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے اور لوگوں سے پوچھا کون مرگیا ہے؟ ایک فن کار نے کہا ایک موسیکار مرگیا ہے، اس پر اورنگ زیب مسکرائے اور سمجھ گئے اور کہا، قبر ذرا گہری کھودنا تا کہ آئندہ یہ کم بخت اٹھنے نہ پائے۔

حق بات کهنے کا نراله انداز: حجاج بن یوسف ایک سخت گیر حکمراں گذرے ہیں، ایک دن اپنے مصاحبوں کے ساتھ گھوم پھر رہے تھے کہ راستہ میں ایک مسافر دیکھا کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے، حجاج بن یوسف نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا حجاج کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس مسافر نے جواب دیا، صاحب کچھ نہ پوچھئے وہ پرلے درجہ کا سفاک اور ظالم حکمراں اور نہایت گھٹیا انسان ہے، حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسے ساتھ لے لو وہ ساتھ لے کر چلے تو مسافر نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ ایک نے کہا کہ یہی حجاج بن یوسف ہیں، وہ ہکا بکا رہ گیا، اس کا جسم پسینہ سے شرابور ہوگیا، اس نے فوراً آگے بڑھ کر کہا۔ امیر المومنین میں مہینہ میں تین دن پاگل ہوجاتا ہوں، آج یہ میرا پہلا دن ہے، حجاج مسکرایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسے چھوڑ دو، معلوم ہوا کہ کلمہ حق کبھی یوں بھی ادا ہوتا ہے اور انسان قہر وغضب کے شکنجوں سے محفوظ رہ جاتا ہے۔

امامت کا شوق: علامہ یوسف بنوری نے معارف السنن میں ایک صاحب کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ امامت کا بہت شوق رکھتے تھے، لوگوں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس شخص نے کہا کہ بھائی مقتدی بن کر کون مار کھانے جائے گا، اس لئے کہ اگر مقتدی بن کر میں نے نماز ادا کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو قرأت خلف الامام کروں گا یا نہیں؟ اگر قرأت خلف الامام کرتا ہوں تو حنفی دوڑائیں گے کہ تیری نماز مکروہ ہوگئی تو نے یہ کیا کیا اور اگر قرأت خلف الامام نہیں کرتا ہوں تو شافعی دوڑائیں گے کہ تیری نماز نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھ، تو بھیا کون جائے گا اس چکر میں پڑنے اس سے اچھا ہے کہ امام بن جاؤ۔

ایک عجیب وغریب واقعه: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے کہ ایک جگہ دو بچے پیدا ہوئے، دونوں جوڑواں بچے تھے، ایک کا منہ ایک طرف اور دوسرے کا منہ دوسری طرف اور دونوں کمر سے لگے ہوئے، اس طرح دونوں کی حالت یکساں تھی، والدین نے کہا چلو اللہ پاک کی مرضی، ڈاکٹروں سے کہا آپریشن کرکے دونوں کو الگ کردو تا کہ دونوں کو راحت ہو، ہم کو بھی بڑی پریشانی ہے، ڈاکٹروں نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر ان دونوں کے درمیان سے کاٹ دیا جائے تو دونوں مرجائیں گے، لہذا اللہ کی مرضی پر چلنے دو، اب وہ دونوں بچے بڑے ہوئے تو ڈاکٹروں سے کہا دونوں کو اب الگ الگ کردو، مگر ڈاکٹروں نے وہی کہا کہ اگر الگ کریں گے تو دونوں مرجائیں گے، اس لئے دونوں ایسے ہی رہے، اب دونوں کا مزاج چونکہ الگ الگ تھا، ایک کا مزاج دین کی طرف تو ایک کا مزاج دنیا کی طرف، ایک نے کہا مجھے دینی علم حاصل کرنا ہے، دوسرے نے کہا مجھے دنیا کا علم حاصل کرنا ہے، باپ نے کہا چلو دونوں کا شوق پورا کرو، ٹیوشن کے لئے ایک مولانا صاحب کو رکھ لیا اور دوسرے کے لئے ایک ٹیچر صاحب کو لے لیا، اب جس بھائی کا رجحان دنیا کی طرف تھا اس نے اپنے بھائی سے کہا ہم سے زیادہ دنیا میں کوئی مصیبت میں نہیں، ہم سب سے زیادہ مصیبت میں ہیں، دیندار بھائی اس سے کہتا ایسا نہ کہو، اللہ نے ہمیں جس حال میں رکھا ہے اس پر اللہ پاک کا شکر ادا کریں، اللہ کی رضا پر راضی رہو، اللہ پاک چاہتے تو اس سے بھی بڑی مصیبت میں گرفتار کرسکتے تھے، دنیادار بھائی کہتا اس سے بڑھ کر کیا مصیبت ہوسکتی ہے، جو کام تجھے کرنا پڑتا ہے مجھے بھی تیرے ساتھ ہروقت رہنا پڑتا ہے، اگر تجھے حاجت کے لئے جانا ہوتا ہے تو مجھے بھی ساتھ آنا پڑتا ہے، مجھ سے کوئی راز کی بات کہنا چاہتا ہے تو تو سن لیتا ہے، ہروقت ساتھ ساتھ، اس سے بڑھ کر کیا مصیبت ہوسکتی ہے؟ دیندار بھائی کہتا اللہ کو شکر کرو، جس حال میں وہ رکھے اس پر راضی رہو، اس سے بڑی مصیبت میں بھی ہم مبتلا ہوسکتے تھے، مگر دنیادار بھائی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی اور اس کی بات ماننے کو تیار نہ ہوتا، چند دن گذرے دیندار بھائی بیمار ہوا اور اس بیماری میں اس کا انتقال ہوگیا اور دنیادار بھائی زندہ رہا، اب ڈاکٹروں کو بلایا اور کہا گیا کہ اب تو آپریشن کرکے ان کو الگ کردو، مگر ڈاکٹروں نے وہی بات کہی اگر آپریشن کریں گے تو اسی وقت یہ بھائی بھی مرجائے گا، لہذا ان کو اسی طرح چھوڑ دو، اب دنیادار بھائی اور زیادہ پریشان اس لئے کہ جب وہ زندہ تھا تو کچھ نہ کچھ ایک سے دوسرے کو مدد ملتی، انسیت ہوتی، اب تو ہروقت مردہ بھائی کو ساتھ رکھنا پڑتا، اب یہ دنیادار بھائی اپنے دیندار بھائی کی بات کو یاد رکھا کہ میرا بھائی جو بات کہتا تھا وہ ٹھیک تھی، اب اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگیا کہ پہلے ایک زندہ کو لیکر چلتا تھا اب ایک مردہ بھائی کو لیکر چلتا ہوں، اب آنکھیں کھلی، اب اللہ پاک کا شکر ادا کرتا، تھوڑے دن کے بعد دوسرے بھائی کا بھی انتقال ہوگیا، لہذا جب کوئی مصیبت آجائے تو انسان سوچے کہ اس سے بڑی مصیبت بھی آسکتی تھی، تو اس سے اس کو صبر کی توفیق ہوگی اور تسلی ہوگی اور شکر کی توفیق بھی ملے گی۔

اورنگ زیب عالمگیر کی بیوی کا تقویٰ: اورنگ زیب عالمگیر کی بیگم جہاں زیب بانو کے جسم میں ایک پھوڑا نکل آیا، پھوڑا کسی طرح ٹھیک نہیں ہوا، اس زمانے میں ایک انگریز ڈاکٹر مارٹن ہندستان آیا ہوا تھا، اس سے اس سلسلہ میں بات کی گئی، اس نے کہا کہ پھوڑا کا معائنہ کرنا ہوگا، ملکہ کو یہ بات بتائی گئی، انہوں نے کہا کسی خاتون ڈاکٹر کو بھیج دیا جائے، ڈاکٹر نے ایک عورت کو بھیج دیا، ملکہ نے پھوڑے کے معائنہ سے پہلے پوچھا تم شراب پینے کی عادی تو نہیں ہو؟ اس نے کہا، شراب تو میں پیتی ہوں، تب ملکہ نے کہا، کوئی شرابی عورت میرے جسم کو ہاتھ نہیں لگاسکتی، وہ عورت شرمندہ ہوکر واپس لوٹ گئی، ڈاکٹر کے پاس کوئی اور ایسی عورت نہیں تھی جو پھوڑے کا معائنہ کرکے ڈاکٹر کو بتاسکے، چنانچہ ملکہ دو سال تک اسی پھوڑے کے مرض میں مبتلا رہی اور اللہ رب العزت سے جاملی، لیکن اس نے ایک شرابی عورت کو اپنے جسم کو چھونے نہ دیا۔

شیر جنگل میں چلا گیا: علامہ دمیری نے حیاۃ الحیوان میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی جگہ سفر کررہے تھے، دیکھا کہ ایک جگہ لوگ خوف زدہ ہیں اور ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں، پوچھا کہ کیا ہوا، کیوں خوف زدہ ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں جنگل سے ایک شیر آگیا ہے اور فلاں جگہ ہے، اس کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر اپنے اونٹ سے اترے اور اس شیر کا کان پکڑا اور فرمایا کیوں لوگوں کو پریشان کررہے ہو؟ چل اپنی جگہ جا، فوراً وہ وہاں سے نکل گیا اور جنگل میں چلا گیا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس شخص اور جس مخلوق کے دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہوتا اللہ اس کے دل میں شیروں کا ڈر پیدا کردیتا ہے، جو لوگ نیک اور صالح ہوتے ہیں ان کے لئے شیر خود یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ مجھے صالح اور نیک لوگوں پر مسلط نہ فرما (حیوۃ الحیوان، ص:۴۵)

حضرت فاطمهؓ کا ایثار: ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے گلے میں سونے کا گلوبند دیکھا جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے لئے خریدا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: کیوں فاطمہ، لوگ تمہارا زیور دیکھ کر یہ نہ کہیں کہ محمد کی بیٹی فاطمہ امیروں کا سا زیور پہنتی ہے، اتنا سنتے ہی فاطمہؓ نے اسے توڑ ڈالا اور بیچ کر ایک غلام خریدا اور اسے راہ خدا میں آزاد کردیا۔

Scanned with CamScanner

جہیز کی رسم اور اسلامی تعلیمات

مفتی عبید الرحمٰن

یوں تو انسانی زندگی کے تمام تر اہم شعبے بے بنیاد رسوم وروایات کے گہرے سایوں میں گرے پڑے ہیں جن کے اپنے نقصانات ونتائج تو اپنی جگہ ہیں ہی؛ لیکن بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی مختلف مشکلات ومسائل کا شکار ہوجاتی ہے، ان میں سے ایک اہم ترین شعبہ ''شادی بیاہ'' ہے جو ہمیشہ سے رسوم وروایات کے نرغے میں رہتا ہے اور شادی سے متعلقہ رسوم میں سے ایک اہم رسم ''جہیز'' ہے، جہیز سے مراد وہ ساز وسامان ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کے اہل خانہ کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے، چاہے وہ نقد، سونا وچاندی اور زیورات کی شکل میں ہو یا فرنیچر، برتن وغیرہ روزمرہ استعمال ہونے والی چیزوں کی صورت میں۔

شرعی اور فقہی حیثیت: ''جہیز'' کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فقہی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت ہبہ اور عطیہ کی ہے جو والدین وغیرہ کی طرف سے لڑکی کو بلاعوض فراہم کی جاتی ہے؛ لہٰذا اس کے بذات خود جائز ہونے؛ بلکہ خلوص نیت سے ہو تو احسان اور کار خیر ہونے میں شبہ نہیں ہے، خصوصاً بیٹی یا بہن کو کچھ داد ودہش دینا نیکی اور بھلائی کی بات ہے؛ لیکن دین اور علم دین سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ بہت سی چیزیں فی نفسہ جائز بلکہ مندوب ہونے کے باوجود بعض علت کی وجہ سے مذموم وممنوع بن جاتی ہیں، مروجہ رسم ''جہیز'' بھی بحالت موجودہ یہی صورت اختیار کر گیا ہے اور فی نفسہ مندوب ہونے کے باوجود اب اس کے ساتھ اس قدر مفاسد ومنکرات وابستہ ہو چکے ہیں کہ اس کی کھلی چھوٹ دینا کسی طرح قرینِ قیاس نہیں رہا، ذیل میں اس کے چند مفاسد لکھے جاتے ہیں:

غیر معمولی حد تک پابندی: اس بات میں دو رائے نہیں ہے کہ جہیز شرعاً ایک غیر ضروری چیز ہے، شریعت نے کہیں اس کو لازم یا ضروری قرار نہیں دیا اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ بیٹیوں کی رخصتی کے موقع پر جو کچھ دیا تھا، اس کی حیثیت جہیز کی تھی اور اس کو جہیز کے لیے بنیاد قرار دیا جائے تو بھی اس کی نوعیت زیادہ سے زیادہ ایک مندوب عمل کی ہوگی، اس کو فرض یا واجب تو کجا، سنتِ مؤکدہ قرار دینا بھی درست نہیں، اب ایسی غیر ضروری چیز کی پابندی کرنا اور ہر حال میں اس کا انتظام واہتمام کرنا شرعاً کسی طرح پسندیدہ نہیں ہے؛ بلکہ اگر اس کو لازم قرار دیا جائے تو بدعت ہونے میں بھی کلام نہیں۔

غلط رسم کی بنیاد ڈالنا یا تائید کرنا: اگر کوئی شخص اپنی ذات کی حد تک اس کو لازم نہ بھی سمجھے؛ لیکن اس کے باوجود اس کی پابندی کرتا ہے تو بھی اس سے اس رسم باطل کی تائید وتقویت ہوتی ہے۔

مزاج شریعت سے تصادم: نکاح سے متعلق شرعی تعلیمات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں یسر وسہولت اور سادگی پسندیدہ ہے، اس موقع پر غیر ضروری مالی اخراجات یا عملی انتظامات شریعت کے مزاج ومذاق کے خلاف ہے؛ کیونکہ یہی سرگرمیاں رفتہ رفتہ نکاح کا حصہ بنتی جاتی ہیں اور اگر کہیں اس کے تکمیل کے اسباب وسائل میسر نہ ہوں تو اس کی وجہ سے نکاح بھی مؤخر یا معطل ہو جاتا ہے، ایک حدیث شریف میں ہے: **عن سعيد بن أبي هلال أن النبي صلى الله عليه وسلم قال تناكحوا تكثروا فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة**: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: نکاح کر کے اولاد کی کثرت کرو؛ کیونکہ میں قیامت کے دن آپ کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا''۔

بے حیائی کا فروغ: عقل اور تجربہ دونوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نکاح کو مشکل بنانے سے معاشرے میں بے حیائی کو فروغ ملتا ہے اور عفت وعصمت کی چادریں تار تار ہو جاتی ہیں؛ چنانچہ نفسانی خواہشات فطری طور پر عاقل بالغ آدمی کے اندر ودیعت رکھے گئے ہیں؛ اگر اس کے لیے کوئی جائز راستہ مہیا نہ ہو تو ناجائز پہلو کی طرف قدم اٹھے گا، اگر ان فطری خواہشات کی تسکین کا جائز راستہ موجود تو ہو؛ لیکن طرح طرح کے تکلفات اور پابندیوں کو اس میں ٹھونس ٹھونس کر پیچیدہ تر بنا دیا جائے تو بھی عام متوسط افراد بروقت اپنی ضرورت کی تکمیل نہیں کر پائیں گے اور اس کا بھی نتیجہ وہی ظاہر ہوگا کہ ناجائز راستوں کی بادہ پیمائی شروع ہو جائیگی۔

انسانی تاریخ کا لمبا چوڑا تجربہ بہر حال اس بات کی تصدیق فراہم کرتا ہے؛ چنانچہ ماضی کی طرح اب بھی جن معاشروں میں جلدی اور سادگی کے ساتھ نکاح کرنے کا دستور ہے وہاں فحاشی، بے حیائی اور بدکاری کے واقعات کم تر پیش آتے ہیں اور جہاں اس کے برعکس شادی بیاہ کا انتظام مشکل اور پیچیدہ ہوتا ہے وہاں ہر سو بے حیائی اور بے پردگی کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں؛ اس لیے شادی بیاہ کے معاملات میں غیر ضروری رسموں کو جگہ دینے کا نتیجہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی بدولت معاشرے میں بے حیائی اور بے پردگی کو فروغ ملتا ہے۔

لڑکے والوں کی جانب سے جہیز کا مطالبہ: ہمارے یہاں ایک لمبے عرصہ سے جہیز کے لین دین کا تعامل جاری ہے؛ اس لیے اب وہ نکاح کا ایک ضروری حصہ بن چکا ہے، لڑکی والے بھی اس کا پورا انتظام کرتے ہیں اور لڑکے والوں کی طرف سے بھی اس کے باقاعدہ مطالبے ہوتے ہیں؛ بلکہ متعدد جگہوں پر تو اس رواج نے اس حد تک ترقی کی ہے کہ رشتہ کی بات طے کرتے وقت ہی ساتھ یہ بھی طے کیا جاتا ہے کہ جہیز میں کیا کیا ملے گا؟ اس کا ایک نقصان تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ لڑکی کے اہلِ خانہ اکثر اوقات شرماشرمی میں اور دلی رضامندی کے بغیر ہی جہیز دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور دوسرا خراب نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کے بدلے پھر لڑکے کے اہل خانہ سے بھی مختلف چیزوں کا مطالبہ شروع ہو جاتا ہے؛ حالانکہ یہ دونوں باتیں شرعاً ممنوع، گناہ اور اخلاقی ومعاشرتی لحاظ سے حد درجہ نامناسب ہیں، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کسی مسلمان کو ملامت کرنا اور طعنے دینا جائز ہو سکے، حدیث شریف میں ہے: **عن أبي حُرَّةَ الرَّقاشِيِّ، عن عَمِّه أن رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قال ''لا يَحِلُّ مالُ امرِءٍ مُسلِمٍ إلا بطيبِ نَفسٍ مِنه''** ''کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں''۔ ''بحر'' میں ہے: **ولو أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة** اگر سسرال والے رخصتی کے وقت کچھ لے لے تو شوہر واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے؛ کیونکہ شرعاً یہ رشوت کے زمرہ میں آتا ہے ''فتاویٰ شامی'' میں ہے: **أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة.** اگر سسرال والے رخصتی کے وقت کچھ لے لے تو شوہر واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے؛ کیونکہ شرعاً یہ رشوت کے زمرہ میں آتا ہے۔

غریب والدین اور لڑکی کو طعنوں کا سامنا: عام رسم ورواج کے برخلاف اگر والدین کمزور اور کم حیثیت کے لوگ ہوں اور وہ جہیز کا انتظام کیے بغیر ہی اپنی لخت جگر کو رخصت کر دیں تو خود والدین کو بھی مختلف قسم کے طعن وتشنیع اور ملامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لڑکی کی زندگی بھی اسی کی نذر ہو جاتی ہے؛ چنانچہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس کو یہ طعنے ملتے ہیں؛ حالانکہ جہیز بالکل نہ دینا یا کم دینا کوئی ایسا جرم نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی مسلمان پر طعن وتشنیع کی اجازت دی جا سکے۔

ناجائز کمائی پر مجبور کرنا: بہت سی مرتبہ لڑکی کے اہلِ خانہ ناجائز کمائی پر مجبور ہو جاتے ہیں اور جہیز کا انتظام کرنا ان کے لیے متعدد منکرات کے ارتکاب کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، اس کی صاف سیدھی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پہلے سے ''متوسط جہیز'' میں بہت سی چیزیں داخل ہیں اور اس میں روز افزوں ترقی جاری ہے، نت نئی چیزیں اس فہرست میں جگہ پا رہی ہیں؛ جب کہ عام طور پر حلال کمائی سے اس کا انتظام کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو چار وناچار اس کے لیے حرام ذرائع کی طرف ہاتھ اٹھ جاتے ہیں؛ چنانچہ کہیں سودی قرض لیا جاتا ہے اور کبھی ناجائز کاروبار کی مختلف صورتیں اختیار کر لی جاتی ہیں۔

وقتی یا دائمی طور پر نکاح سے محروم: بہت سے غریب گھرانے ایسے ہیں جہاں کی لڑکیاں محض اس لیے نکاح سے محروم ہوتی ہیں کہ ان کے والدین اور بھائیوں کے پاس جہیز فراہم کرنے کی استطاعت نہیں ہے اور ایسا تو آئے دن دیکھنے میں آتا ہے کہ نکاح مکمل طور پر معطل تو نہیں ہوتا؛ لیکن اس میں خاصی تاخیر کی جاتی ہے اور بروقت شادی کرنا اسی فکرِ جہیز کی بدولت التوا کی نذر ہو جاتا ہے؛ حالانکہ عام حالات میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اگر قوی خدشہ ہو کہ نکاح نہ کرنے یا ملتوی کرنے کی صورت میں بدنظری، بے حیائی یا بدکاری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا تو اس وقت نکاح کرنا واجب ہے، جو چیز مسنون عمل میں تاخیر یا تعطیل کا سبب بن جائے وہ یوں ہی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے اور اگر اس کی وجہ سے کسی گناہ کے ارتکاب کرنے کی بھی نوبت آئے تو مذموم وشنیع ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

شاید کوئی خیر خواہ دوست اس کو فرضی کارستانیاں خیال فرمائیں یا پاگل پن کی بات تصور کریں؛ لیکن زمینی حقائق اور معاشرے کی عملی صورت حال سے ہر وقت اس کی تصدیق وتائید حاصل کر لی جا سکتی ہے۔

دل ہی نہ چاہے بہانے ہزار: جو لوگ جہیز کی اس رسم بد کی حمایت وتائید کرتے ہیں وہ عموماً یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں برصغیر کے معاشرے میں چونکہ عموماً عورتوں کو اپنا مقررہ حصہ میراث نہیں دیا جاتا اس لیے کیوں نہ اس موقع پر ان کے ساتھ خوب نیکی واحسان کا معاملہ کیا جائے؛ تاکہ ان کے حقوق کی کچھ تو تلافی ہو سکے!

لیکن یہ عذر کسی طرح لائق التفات نہیں ہے؛ کیونکہ وراثت میں جس طرح مردوں کا حصہ مقرر ہے اور ان کو اپنا حصہ دے دینا واجب ہے یوں ہی عورتوں کو بھی اپنا مقررہ شرعی حصہ سپرد کر دینا ضروری ہے اور اس پر قبضہ جمانا حرام ومذموم ہے، جہیز کو اس کا متبادل قرار دینا قطعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ اگر کوئی اس جذبے سے دینا چاہے تو یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ دینے میں خلوص نیت بھی کارفرما نہیں ہے۔

یہ اشکال نہ اٹھایا جائے کہ کچھ بھی نہ دینے سے کچھ نہ کچھ دینا تو بہر حال بہتر ہے؛ کیونکہ پہلی صورت (یعنی بالکل کچھ حصہ نہ دینے) میں لوگ اپنے آپ کو کم از کم مجرم تو خیال کرتے ہیں اور اگر عملی طور پر وہ اس گناہ کے مرتکب بن جاتے ہیں کہ عورتوں کے حصے پر ناجائز قبضہ جماتے ہیں تو بھی کم از کم اس کو گناہ وجرم تو تصور کرتے ہیں؛ جب کہ جہیز کی صورت میں تو یہ احساس بھی مردہ یا نیم مردہ ہو جاتا ہے اور لوگ اپنے تئیں اپنے آپ کو مجرم ہی خیال نہیں کرتے۔

عملی تجاویز: ایک کڑوی حقیقت یہ ہے کہ جہیز کے اس رسم بد نے ہمارے ہاں معاشرے کے تقریباً تمام طبقات میں اپنے لیے جگہ پیدا کی ہے اور تقریباً سبھی لوگ کسی نہ کسی شکل میں اس کا اہتمام کرتے ہیں، ایسی چیز کو بدلنے کی مناسب صورت یہی ہے کہ:

(الف) اپنی حد تک مضبوطی کے ساتھ اس کے لین دین سے گریز کر لیا جائے

(ب) تمام معاشرے میں عموماً اور اپنے اپنے حلقۂ اثر کی حد تک خصوصاً اس کی مذمت کی جائے، مسلمانوں کے دینی شعور اور مذہبی حس کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونا چاہیے، جو لوگ مجاہدہ سے کام لے کر سادگی کے ساتھ شادی بیاہ کریں ان کی مناسب طریقے سے حوصلہ افزائی کی جائے اور جو لوگ اسی رسم بد پر عمل پیرا ہوں، اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ ان کے اس عمل کی حوصلہ شکنی کی جائے، اس طرح کرنے سے امید کی جاتی ہے کہ کچھ ہی عرصہ میں یہ رسم بد ختم یا کم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ امت مرحومہ کو رسوم ورواج کے نرغہ سے نکال کر سیادت وقیادت کے منصب پر سرفراز فرمائیں۔

Scanned with CamScanner

استنجا کے آداب واحکام

مولانا عبداللطیف قاسمی

جس طرح کھانا، پینا اور سونا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے، اسی طرح پیشاب اور پاخانے سے فراغت بھی انسانی ضرورت ہے، یہ ضرورت فطری وطبعی نظام پر قائم ہوتو انسان صحت منداور تندرست رہتا ہے، خدانہ خواستہ اگر یہ نظام گڑبڑ ہوجائے، تو ناقابل برداشت تکلیفوں کا سامنا کرتا ہے، آدمی ڈاکٹروں کا کھلونا بن جاتا ہے، یہ نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور بہت بڑی نعمت ہے۔

طبعی طریقے پر سہولت کے ساتھ غذا کا استعمال، پھر اس کا ہضم ہونا، پھر غذا کے جو اجزاء مفیدِ بدن ہوں ان کا جزءِ بدن بن جانا، جو فضلہ اور مضرِ صحت وبدن ہو ان کا بدن سے سہولت وآسانی کے ساتھ خارج ہوجانا، یہ سب اللہ کی بہت بڑی بڑی نعمتیں ہیں، ان عظیم نعمتوں کی قدر لوگوں کو اس وقت ہوتی ہے؛ جب وہ بڑھاپے کی عمر میں داخل ہوجائیں یا بیمار ہوکر ڈاکٹروں کا کھلونا بن جائیں۔

ہمارے محسن ومہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان نعمتوں کا استحضار کرنے، ان کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور اس کا طریقہ بھی بتایا، انسان قضائے حاجت کے لیے تنہا کھلے میدان، یا بیت الخلا میں جانے اور اپنا ستر کھولنے پر مجبور ہوتا ہے؛ تاکہ اپنے بدن میں جو فضلہ وگندگی ہے اس کو خارج کرے، شیاطین اور خبیث مخلوقات کو گندگی اور گندگی کے مقامات سے خاص مناسبت ہوتی ہے، وہی ان کے مراکز اور دل چسپی کے مقامات ہوتے ہیں، جب ان کو شرارت اور انسان کو نقصان پہنچانے کا موقع ملتا ہے تو ضرور جسمانی اور روحانی نقصان پہنچاتے ہیں، جب انسان ستر کھولتا ہے اور دعا سے اپنی حفاظت کا انتظام نہیں کرتا ہے تو ارشادِ نبوی کے مطابق شیاطین اس کی شرم گاہ سے کھیلتے اور ہنستے ہیں۔

اس لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سمجھایا کہ میں تم لوگوں کے لیے ایسے ہی ہوں جیسے اولاد کے لیے باپ یعنی جس طرح ایک خیر خواہ، عقل مند، مشفق اور مہربان باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے اور اپنی اولاد کو بے تکلف زندگی کے ہر چھوٹے اور بڑے ادب کو بتاتا اور سکھاتا ہے، اس کی دنیوی اور اخروی ضروریات کو پوری کرنے کا طریقہ بتاتا ہے اور ان کو دنیوی واخروی نقصانات سے بچانے کی فکر اور کوشش کرتا ہے، اسی طرح میں تمھیں زندگی گذارنے کا طریقہ، انسانی زندگی سے متعلق ہر ضرورت کو سلیقے سے پورا کرنے کا طریقہ بتاتا اور سکھاتا ہوں۔

لہٰذا تم بیت الخلا اور گندگی کے مقامات میں جانے سے پہلے خبیث مخلوقات سے اللہ کی پناہ طلب کرلو، ضرورت پوری کرتے وقت لوگوں کے سامنے ستر کھولنے اور گندگی کو داہنے ہاتھ سے صاف کرنے سے احتیاط کرو، احترامِ کعبہ اور مکمل صفائی کا خیال کرو، بے موقع اور قابل احترام چیزوں سے ضرورت پوری کرکے لوگوں کو تکلیف مت پہنچاؤ اور اپنے آپ کو مستحقِ ملامت مت بناؤ۔

یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین نے حضرت سلمان فارسیؓ سے مذاق کیا اور طنز کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے نبی تمھیں استنجا کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں، تمہارا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کے نبی ہیں، بھلا جو خدا کے نبی ہوں، وہ گندگی سے متعلق باتیں کرتے ہیں؟ اور تمھیں اس کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا: ارے بے وقوفو! نبی کی تعلیم، ان کی تربیت اور فکر کی گہرائی تک تمہاری عقلیں پہنچ نہیں سکتیں، پھر سلمان فارسیؓ نے بیت الخلا کے چند نبوی آداب بتائے کہ بظاہر یہ معمولی آداب معلوم ہوتے ہیں، حقیقت میں یہ آداب احترامِ کعبہ اور پاکی صفائی کے غایت درجہ اہتمام اور کسی بھی جان دار کی ایذا رسانی سے اجتناب کرنے کی ہدایات پر مبنی ہیں، کبھی تم نے ان آداب کی حقیقت پر غور کیا؟۔

میں تمہارے کے لیے مہربان باپ ہوں: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: انما أنا لکم بمنزلة الوالد، أعلمکم اذا أتی أحدکم الغائط، فلایستقبل القبلة، ولایستدبرها، ولا یستطیب بیمینه، وکان یامر بثلاثة احجار، وینهی عن الروثة، والرمة. (رواہ أبوداؤد) میں تم لوگوں کے لیے باپ کے درجے میں ہوں، جب تم میں سے کوئی استنجے کے لیے جائے تو چاہیے کہ وہ قبلہ کی طرف نہ منہ کرے نہ پیٹھ، اپنے داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم استنجے میں تین ڈھیلوں کے استعمال کا حکم دیتے تھے، لید اور ہڈیوں سے استنجا کرنے سے منع فرماتے تھے۔

آدابِ نبوی پر طنز اور اس کا حکیمانہ جواب حضرت سلمان فارسیؓ سے چند مشرکین نے مذاق اور طنز کرتے ہوئے کہا: قد علمکم نبیکم کل شیء حتی الخرائة، قال، فقال: اجل، لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط أو بول، أونستنجی بالیمین، أونستنجی باقل من ثلثة احجار، أوان نستنجی برجیع أوبعظم. (رواہ مسلم) تمہارے نبی عجیب آدمی ہیں، وہ تمہیں استنجا کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں یعنی انھوں نے تم کو بے وقوف سمجھ رکھا ہے کہ معمولی معمولی باتیں بھی سکھاتے ہیں، حضرت سلمان فارسیؓ نے نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار کرتے ہوئے جواب دیا، ہاں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (اس حدیث میں) استنجا کرنے کی چار ضروری باتوں کی تعلیم دی ہے جہاں تک تمہاری عقلوں کی رسائی نہیں ہے۔ پہلی بات: ہم استنجا کرتے وقت کعبہ شریف کی طرف نہ منہ کریں، نہ پیٹھ، شریعت نے قبلہ اور کعبہ کے احترام کا حکم دیا ہے، کفار ومشرکین مکہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے؛ اس لیے ان کے دلوں میں بھی کعبہ کی عقیدت، محبت اور عظمت پیوست تھی اور کعبہ کا نہایت ادب واحترام کرتے تھے، اس وجہ سے اس ادب کو ان کے سامنے بیان کرنا نہایت اہمیت کا حامل تھا، دوسری بات: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ ہم داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کریں، اچھے برے کاموں کے لیے ہاتھوں کی تقسیم ہونی چاہیے، تمہارے نزدیک اس کی کوئی تمیز نہیں ہے، تم داہنے ہاتھ سے استنجا بھی کرتے ہو اور اسی ہاتھ سے کھاتے بھی ہو، تیسری بات: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ بڑے استنجا میں کم از کم تین ڈھیلوں کا ضرور استعمال کرو، تم لوگ ایک ڈھیلے پر اکتفا کرتے ہو، خواہ جگہ صاف ہوجائے یا نہ ہو، چوتھی بات: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ ہم لید، گوبر اور ہڈی سے استنجا نہ کریں (کیونکہ لید اور گوبر خود ناپاک ہیں، وہ دوسروں کو کیسے پاک کرسکتے ہیں؟ ہڈی کے چکنے ہونے کی وجہ سے صفائی مکمل نہیں ہوتی) غرض یہ کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے ان مشرکین کے مذاق کا حکیمانہ جواب دیا کہ استنجاء کرنے کا طریقہ بھی تعلیماتِ نبوی کا محتاج ہے، شریعت کی ہدایت کے بغیر یہ معمولی کام بھی انسان سلیقے سے نہیں کرسکتا۔

بیت الخلاجانے سے پہلے خبیث شیاطین سے پناہ طلبی: بیت الخلا اور گندگی کے مقامات شریر جنات اور شیاطین کے مرکز ہوتے ہیں اور قضائے حاجت کے وقت انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شریر جنات وشیاطین ستر کھلا ہونے کے وقت انسانوں سے کھیلتے اور ہنستے ہیں، جنات وشیاطین ہم کو دیکھتے ہیں، ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے، جب انھیں شرارت کا کوئی موقع ملتا ہے تو شیاطین اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ان کی شرارت سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیت الخلا جانے سے پہلے شیاطین سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا اور دعائیں سکھائی ہیں کہ جب بیت الخلا جاؤ تو مندرجہ ذیل دعائیں پڑھو، شیاطین کے شر ونقصان سے محفوظ رہوگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان هذه الحشوش محتضرة، فاذااتی احدکم الخلاء، فلیقل: اللهم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث (ابوداؤد، ترمذی) بیت الخلا اور گندگی کے مقامات میں شیاطین وخبیث جنات رہتے ہیں؛ لہٰذا جب تم میں سے کوئی بیت الخلا جائے، تو مندرجہ ذیل دعا پڑھ لے: "اللّٰهم انی أعوذ بک من الخبث والخبائث" اے اللہ! میں مذکر ومؤنث شیاطین سے آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں، انسانوں کے ستر پر جنات کی نگاہ پڑھنے سے حفاظت کا ذریعہ یہ ہے کہ آدمی جب بیت الخلا جائے تو بسم اللہ پڑھے: ستر ما بین أعین الجن وعورات بنی آدم اذا دخل أحدهم الخلاء أن یقول بسم اللّٰہ (رواہ الترمذی)

خزرج کے مشہور سردار صحابیِ رسول حضرت سعد بن عبادہؓ قضائے حاجت کے لیے گئے، بعد میں وہیں مردہ پائے گئے، جسم سبز ہوچکا تھا، اس وقت ایک پراسرار آواز سنی گئی کہ کوئی یہ شعر پڑھ رہا ہے:

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادة☆☆☆ رمیناه بسهمین فلم نخط فؤاده

ہم قبیلۂ خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ پر دو تیر چلائے، وہ تیر ان کے دل پر لگے، ہمارا نشانہ خطا نہیں ہوا (الاستیعاب فی ذکر الاصحاب حافظ ابن عبدالبر، معارف السنن)

قضائے حاجت سے فراغت پر مغفرت طلبی اور ادائے شکر: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا خرج من الخلاء، قال غفرانک (رواہ الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوکر بیت الخلا سے باہر آتے تو (اللہ تعالیٰ سے) عرض کرتے "غفرانک" اے اللہ! میں آپ کی معافی چاہتا ہوں۔

حاجت سے فراغت کے بعد اللہ سے مغفرت طلبی کا موقع نہیں ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مغفرت کیوں مانگی؟ اس سوال کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں۔

(الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے رہتے تھے؛ چونکہ بیت الخلا میں زبانی ذکر کا موقع نہیں رہتا، تھوڑی دیر ذکر کا سلسلہ موقوف ہونے پر آپ نے استغفار فرمایا، اے اللہ! یہ وقت ذکر کے بغیر گذر گیا، مجھے معاف فرما (ب) حضرت رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: قضائے حاجت کے وقت انسان اپنی نجاستوں کا مشاہدہ کرتا ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان ظاہری نجاستوں کو دیکھ کر انسان کو اپنی باطنی نجاستوں کا استحضار کرنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ یہ استحضار استغفار کا موجب ہوگا؛ اس لیے "غفرانک" کہنے کی تعلیم دی گئی (ج) علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں: فضلات کا انسان کے جسم سے نکل جانا، اس کی صحت وزندگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، موجودہ دور میں جو لوگ کمزور ہاضمہ کا شکار ہیں یا پیشاب وبیت الخلا کی پریشانیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، ان کی پریشانی وبے بسی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ ان کے پیشاب کو خارج کرنے کے لیے پائپ لگایا جاتا ہے، جہاں جائے اُسے ساتھ لے کر جاتا ہے، بسا اوقات پاخانے کو ناک کے راستے سے پائپ ڈال کر نکالا جاتا ہے، انسان ڈاکٹروں کا کھلونا بن کر رہ جاتا ہے، ان مصیبتوں میں مبتلا مریضوں کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا احساس ہوتا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کے بعد اس دعا کی تلقین فرمائی ہے کہ اللہ کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا، اس لیے اللہ سے مغفرت بھی طلب کرے۔ (شرح مہذب) (د) علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: کلام عرب میں "غفرانک" شکر کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، عرب حضرات کہتے ہیں: "غُفرَانک لَاکُفرَانک"، اس توجیہ کی تائید ابن ماجہ میں حضرت انسؓ کی روایت سے ہوتی ہے جس میں بیت الخلا سے نکلنے کے وقت کی دعا ان الفاظ میں مروی ہے: الحمد للّٰہ الذی اذهب عنی الأذی وعافانی (ابن ماجہ) تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے گندگی کو دور کردیا اور عافیت عطا فرمائی۔

بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، جن میں سے ایک اہم نعمت یہ ہے کہ انسان غذا کا استعمال کرتا ہے، غذا کا آسانی کے ساتھ پیٹ میں جانا، غذا کا ہضم ہونا، مفیدِ بدن کا بدن کا جزء بن جانا اور بدن وصحت کے لیے جو چیز نقصان دہ ہو اس کا باہر نکل جانا، یہ سب اللہ کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں (مستفاد: از درس ترمذی)

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اسلامی تہذیب کے خلاف: کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی نہیں تھی، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے تب سے میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا (ترمذی) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: کھڑے ہوکر پیشاب کرنا بد سلیقگی اور گنوار پن ہے (ترمذی) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: مَنْ حَدَّثَکُمْ اَنَّ النبیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم کَانَ یَبُوْلُ قَائِمًا، فلا تُصَدِّقُوْهُ، ماکانَ یبول اَلّا قاعدا. (رواہ الترمذی) جو شخص تم سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو تم اس کی بات مت مانو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تھی۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعد اللہ قاسمی

طالبان اور روس کے مذاکرات میں افغانستان کی فنڈنگ جاری رکھنے کا اعلان

افغان طالبان کے نمائندے علاقائی خطرات کے موضوع پر روس کی میزبانی میں ہونے والے مذاکرات کے لیے روس کے شہر کازان میں ہیں، روس کے سرکاری خبر رساں ادارے تاس نے کہا ہے کہ مذاکرات میں افغانستان کے لیے کریملن کے سفیر ضمیر کابولوف نے شرکت کی، ماسکو خود اپنی جانب سے اور اقوام متحدہ کے خوراک کے ادارے کے توسط سے افغانستان کی مدد کا سلسلہ جاری رکھے گا، یہ بات عہدے داروں نے علاقائی خطرات کے موضوع پر طالبان کے نمائندوں کے ساتھ مذاکرات کی میزبانی کے موقع پر کی، روس کے شہر کازان میں یہ مذاکرات ایسے تناظر میں ہوئے جب ماسکو یوکرین جنگ لڑنے کے باوجود، وسطی ایشیا میں اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا ہے، روس کی سرکاری خبر رساں ایجنسی تاس کی رپورٹ کے مطابق مذاکرات علاقائی خطرات اور افغانستان میں سب کی نمائندگی پر مبنی حکومت کی تشکیل پر مرکوز رہے، افغانستان کے لیے صدر ولادی میر پوتن کے خصوصی نمائندے ضمیر کابولوف نے اس میٹنگ میں شرکت کی اور کہا کہ روس اپنی طرف سے اور عالمی ادارہ خوراک کے توسط سے افغانستان کی مدد جاری رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے، مذاکرات میں روس کے وزیر خارجہ سرگئی لاوروف کی جانب سے ایک خط پڑھ کر سنایا گیا جس میں الزام عائد کیا گیا کہ افغانستان میں مغربی ملک مکمل طور پر ناکام ہو گئے ہیں اور انہیں ملک کی تعمیر نو کی بنیادی ذمہ داری اٹھانی چاہیے (ایجنسی)

کرونا ویکسین بنانے والے سائنس دانوں کو نوبل پرائز

تفصیلات کے مطابق طب کے شعبے میں نوبل انعام امریکی اور ہنگری کے دو سائنس دانوں کے نام رہا، جنھوں نے مہلک وائرس کووِڈ 19 کے خلاف پہلی مؤثر ویکسین کی تیاری میں بے مثال تعاون فراہم کیا، ہنگری کی خاتون سائنس دان کیٹالن کاریکو اور امریکی سائنس دان ڈریو ویس مین کو یہ خصوصی اعزاز کووِڈ نائنٹین کے خلاف مؤثر ایم آر این اے ویکسینز تیار کرنے میں ان کے تعاون کے لیے دیا گیا ہے، ان سائنس دانوں نے ایم آر این اے مالیکیول کی دریافت سے قبل ایک فوٹو کاپیئر پر مل کر کام کیا، جس کی وجہ سے کرونا ویکسینز کی تیاری کا راستہ ہموار ہوا، جس کے لیے انھوں نے 2023 میں طب کا نوبل انعام جیت لیا، نوبل انعام دینے والے سویڈش ادارے نے سائنس دانوں کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا ''ان سائنس دانوں نے انسانی صحت کو درپیش جدید ادوار کے سب سے بڑے خطرے کے وقت ویکسین کی تیاری میں بے مثال حصہ لیا۔'' نوبل پرائز کے ساتھ دونوں سائنس دانوں میں 11 ملین سویڈش کراؤن (تقریباً 1 ملین ڈالر) تقسیم کیے گئے، ہنگری کی سائنس دان کاریکو (Kariko) جرمن بائیوٹیک فرم BioTech میں RNA پروٹین ری پلیسمنٹ کی سابق سینئر نائب صدر اور سربراہ تھیں اور ہنگری کی سیگڈ یونیورسٹی میں پروفیسر اور یونیورسٹی آف پنسلوانیا میں معاون پروفیسر ہیں (ایجنسی)

سابق وزیر اعظم خالدہ ضیاء کو علاج کیلئے بیرون ملک جانے سے روک دیا گیا

بین الاقوامی خبر رساں ادارے کے مطابق بنگلا دیشی حکومت نے اپوزیشن کی سب سے اہم رہنما اور دو مرتبہ وزارت عظمٰی پر فائز رہنے والی خالدہ ضیاء کو علاج کیلئے بیرون ملک جانے کی اجازت نہ دی، حکومتی فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے خالدہ ضیاء کی بنگلا دیش نیشنلسٹ پارٹی کے وکیل قیصر کمال نے کہا کہ 78 سالہ سابق وزیر اعظم کو بیرون ملک جانے سے روکنا سیاسی انتقام کی بدترین مثال ہے، خالدہ ضیاء کے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگست کے اوائل سے خالدہ ضیاء جگر کی بیماری، سانس لینے میں دشواری اور ذیابیطس کے باعث اسپتال میں زیر علاج ہیں، اس کے علاوہ انہیں دیگر بیماریاں بھی لاحق ہیں، سابق وزیر اعظم کے اہل خانہ کی جانب سے گزشتہ ماہ حکومت کو خط لکھا گیا تھا کہ خالدہ ضیاء کو علاج کے لئے بیرون جانے کی اجازت دی جائے تاکہ ان کا تسلی بخش علاج ہو سکے، تاہم حکومت کی جانب سے ان کی درخواست مسترد کر دی گئی (ایجنسی)

سعودی ولی عہد نے بغیر کسی سیکورٹی پروٹوکول کے دار الحکومت ریاض کی سڑکوں کا دورہ کیا

غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے مطابق سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والی ویڈیو میں سعودی ولی عہد بغیر کسی حفاظتی اقدامات اور پروٹوکول کے گاڑی چلانے میں مصروف نظر آئے، دوسری جانب سعودی عرب کے پہاڑی علاقے السودہ میں لگژری پہاڑی سیاحت کا نیا چہرہ متعارف کرانے کیلئے سعودی ولی عہد و وزیر اعظم شہزادہ محمد بن سلمان نے ایک نئے منصوبے کے ماسٹر پلان کا آغاز کیا ہے، سعودی عرب کی بلند ترین چوٹی پر ''السودہ پیکس'' پروجیکٹ کے تحت ایک لگژری سیاحتی مقام قائم کیا جائے گا، یہ السودہ کے علاقے اور رجال المع کے کچھ حصوں تک پھیلا ہوا ہوگا، غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے مطابق 'قمم السودۃ' منصوبے کا مقصد سطح سمندر سے تین ہزار 15 میٹر اونچے پہاڑ کی بلند ترین چوٹی پر لگژری سیاحتی پہاڑی فرنٹ تیار کرنا ہے، یہ سعودی عرب کے جنوب مغربی علاقے عسیر میں اپنی نوعیت کا منفرد ثقافتی اور قدرتی خوبیوں سے مالا مال علاقہ ہے، اس کے تحت السودۃ اور رجال المع کے کچھ حصے کو جدید بنایا جائے گا (ایجنسی)

امریکی تاریخ میں پہلی بار کانگریس کے اسپیکر عہدے سے برطرف

امریکی ایوان نمائندگان میں ریپبلکنز نے عدم اعتماد کے ووٹ کے ذریعہ اسپیکر کیون میکارتھی کو عہدے سے ہٹا دیا، امریکی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے جب نائب صدر کے بعد عہدہ صدارت کے سب سے مستحق رہنما کو عہدے سے ہٹایا گیا، امریکہ کی 234 سالہ تاریخ میں ایسا پہلی بار ہوا ہے، جب ایوان نے اسپیکر کے خلاف ووٹ دیا، میکارتھی کو ایسے وقت ان کے عہدے سے ہٹایا گیا ہے جب صدارتی انتخابات میں صرف ایک سال باقی ہے، انہیں عہدے سے ہٹانے کی تحریک ریپبلکن نمائندے میٹ گائٹز نے پیش کی تھی، جو ڈیموکریٹس کے ساتھ ان کے تعاون پر سخت ناراض تھے، ان کے خلاف آٹھ ریپبلکنز نے بھی ووٹ دیے (ایجنسی)

تعلیم و روزگار

3 لاکھ سے زیادہ امیدواروں نے STET امتحان میں کامیابی حاصل کی

ریاستی حکومت نے سیکنڈری ٹیچر اہلیت ٹیسٹ (STET) 2023 کے نتائج کا اعلان کیا، کل 3,00,726 امیدواروں نے امتحان میں کوالیفائی کیا، پاس ہونے والے امیدواروں میں 1,69,874 مرد اور 1,30,852 خواتین ہیں، بہار اسکول ایگزامینیشن کمیٹی کے چیئرمین آنند کشور نے نتیجہ جاری کیا، انہوں نے بتایا کہ STET میں پاس ہونے کا تناسب 79.79 رہا، امتحان کا نتیجہ ویب سائٹ bsebstet.com پر جاری کر دیا گیا ہے، اس ویب سائٹ پر جا کر امیدوار اپنی یوزر آئی ڈی اور پاس ورڈ کے ذریعہ تاریخ پیدائش کا استعمال کرتے ہوئے نتیجہ چیک یا ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔ 4 سے 18 ستمبر تک CBT کے ذریعے منعقدہ STET میں کل 3,76,877 امیدواروں نے شرکت کی تھی، ان میں سے مرد امیدواروں کی تعداد 2,18,489 تھی جب کہ خواتین امیدواروں کی تعداد 1,58,3881 تھی، انہوں نے بتایا کہ پیپر ون میں 2,39,795 امیدواروں نے شرکت کی جن میں سے 1,98,783 کامیاب ہوئے، ان کے پاس ہونے کا تناسب 82.90 فیصد رہا، اسی طرح پیپر ٹو میں 1,37,082 امیدواروں میں سے 1,01,943 امیدواروں نے کامیابی حاصل کی اور ان کی کامیابی کا تناسب 74.37 فیصد رہا۔ STET اس کے تحت پیپر-1 میں 16 مضامین اور پیپر-2 میں 29 مضامین کا امتحان لیا گیا، STET 2023 کے تحت جنرل زمرے کے لیے 50 فیصد، پسماندہ طبقے کے لیے 45.5 فیصد، انتہائی پسماندہ طبقے کے لیے 42.5 فیصد، درج فہرست ذات اور قبائل کے لیے 40 فیصد، معذوروں کے لیے 40 فیصد اور خواتین امیدواروں کے لیے 40 فیصد نشانات مقرر کیے گئے ہیں (ایس این بی)

بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کے لیے قرض پر ٹیکس میں کمی

لبرلائزڈ ریمیٹینس اسکیم (LRS) کے تحت ہندوستان سے بیرون ملک رقم بھیجنے کے لیے (TCS) پر ٹیکس کٹوتی کی نئی شرحیں 1/ اکتوبر 2023 سے لاگو ہوگئی ہیں، اس کی وجہ سے کئی طرح کے لین دین پر اس کے نرخ بڑھ گئے ہیں، اس کے مطابق 7/ لاکھ روپے سے زیادہ پر فاریکس کارڈ کے ذریعہ ادائیگیوں پر، غیر ملکی کرنسی کی خریداری اور کراس بارڈر وائر ٹرانسفر کی ادائیگیوں پر 20 فیصد TCS لگایا جائے گا. اس حد میں تعلیم اور طبی مقاصد کے اخراجات شامل نہیں ہیں، نئی شرحوں کے نفاذ کے بعد موجودہ صورتحال میں 7 لاکھ روپے، روپے سے کم رقم کے ایسے لین دین پر کوئی TCS ادا نہیں کرنا پڑے گا، رجسٹرڈ انویسٹمنٹ ایڈوائزر جے تھیکر کا کہنا ہے کہ "تعلیمی اخراجات کے لئے گئے 7/ لاکھ روپے تک ٹی سی ایس کی شرح صفر ہے، اس سے اوپر لئے گئے قرض پر 0.5% TCS لگے گا۔

700 ہائی کورٹ نے صبح 9 بجے سے شام 4 بجے تک کوچنگ نہ چلانے کے حکم پر پابندی عائد کی

ہائی کورٹ نے منگل کو محکمہ تعلیم کے اس حکم پر روک لگانے کی ہدایت کی جس کے تحت کوچنگ اداروں کو صبح 9 بجے سے شام 4 بجے تک کلاسز کا انعقاد روکنے کا حکم دیا گیا تھا، جسٹس موہت کمار شاہ کی سنگل بنچ نے محکمہ تعلیم کے ایڈیشنل چیف سکریٹری کی جانب سے 31/ جولائی 2023 کو جاری کردہ حکم پر روک لگا دی ہے اور حکومت کو 6/ ہفتوں میں جواب داخل کرکے صورتحال واضح کرنے کی ہدایت کی ہے، عدالت نے ریاستی حکومت سے جاننا چاہا کہ بہار کوچنگ کنٹرول اینڈ ریگولیشن ایکٹ 2010ء میں کوئی تبدیلی کئے بغیر اس طرح کا حکم کیسے جاری کیا گیا وہ بھی اس وقت جب اس ایکٹ میں ریاست میں کوچنگ انسٹی ٹیوٹ کو صحیح طریقے سے چلانے میں حکومت کی مدد کرنے کا انتظام ہے، کورٹ نے یہ ہدایت کوچنگ ایسوسی ایشن آف انڈیا کے سکریٹری سدھیر کمار سنگھ اور دیگر کی طرف سے دائر درخواست کی سماعت کرتے ہوئے جاری کی، عدالت کو بتایا گیا کہ ریاستی حکومت کے اس حکم سے نہ صرف کوچنگ پڑھانے والے لوگوں کے کاروبار کو نقصان ہوا ہے؛ بلکہ طلباء کو بھی نقصان ہوا ہے۔

مانو، حیدر آباد کے فاصلاتی کورسز میں داخلوں کی آخری تاریخ میں 18 اکتوبر تک توسیع

مانو کولکاتا ریجنل ڈائریکٹر ڈاکٹر امام اعظم کی اطلاع کے مطابق مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدر آباد) کے نظامت فاصلاتی تعلیم کے تحت پوسٹ گریجویٹ، انڈر گریجویٹ، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورسز میں تعلیمی سال 2023-24ء کے سیشن جولائی 2023ء کی آخری تاریخ میں توسیع کر دی گئی ہے، پروفیسر محمد رضاء اللہ خان (ڈائریکٹر، نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو) کے جاری کردہ اعلامیہ مورخہ 3/ اکتوبر 2023ء کے بموجب خواہش مند طلبا و طالبات مانو کے تمام فاصلاتی کورسز میں 18/ اکتوبر 2023ء تک رجسٹریشن کرا سکتے ہیں اور اسناد کی جانچ کے بعد 20/ اکتوبر 2023ء تک داخلہ فیس جمع کر سکتے ہیں، واضح ہو کہ داخلہ کے تمام مراحل صرف آن لائن ہی طے ہو رہے ہیں، رواں سیشن میں ایم اے اردو، ایم اے انگریزی، ایم اے تاریخ، ایم اے عربی، ایم اے ہندی، ایم اے مطالعات اسلامی (تمام کا دورانیہ 4 سمسٹر)، بی اے، بی کام، بی ایس سی لائف سائنس/ فزیکل سائنس (تمام کا دورانیہ 6 سمسٹر) ڈپلوما ان ٹیچ انگلش، ڈپلوما ان جرنلزم اینڈ ماس کمیونی کیشن، ڈپلوما ان ارلی چائلڈ ہوڈ کیئر اینڈ ایجوکیشن، ڈپلوما ان اسکول لیڈر شپ اینڈ مینجمنٹ (تمام کا دورانیہ 2 سمسٹر اور سرٹیفکیٹ کورس اہلیت اردو بذریعہ انگریزی، سرٹیفکیٹ کورس فنکشنل انگریزی (تمام کا دورانیہ ا سمسٹر) میں داخلے جاری ہیں، یہ تمام کورسز یو جی سی، ڈسٹنس ایجوکیشن بیورو، نئی دہلی سے منظور شدہ ہیں، امسال یو جی سی کے اعلان کے مطابق خواہش مند طلباء بیک وقت ایک سے زائد کورسز میں داخلہ لے سکتے ہیں، خواہش مند طلبہ رہبری یونٹ ہیلپ لائن نمبر 23008463 040-23120600-040 ایکسٹینشن 2208 / 2207) سے رابطہ کر سکتے ہیں، آن لائن داخلہ کے لیے مانو ویب سائٹ (فاصلاتی) www.manuu.edu.in/dde میں جا کر آن لائن داخلوں پر کلک کریں یا راست پورٹل برائے آن لائن داخلہ manuuadmission.sam_arth.edu.in میں جائیں، مزید تفصیلات کے لئے مانو کولکاتا ریجنل سینٹر، 1/ 1A، چھاتو بابو لین، (محسن ہال)، تیسری منزل، کولکاتا 700014 (مغربی بنگال) فون: 033-22654568 سے بھی کام کے اوقات (سوموار تا جمعہ 9 بجے تا 05:30 بجے شام) میں رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

منی پور کے مردہ خانوں کی ''لاوارث'' لاشیں: وہ خوف جو لواحقین کو اپنے پیاروں کی شناخت سے روک رہا ہے

شکیل اختر بی بی سی

انڈیا کی شمال مشرقی ریاست منی پور میں رواں برس مئی کے اوائل سے شروع ہونے والے نسلی فسادات کے بعد ریاست کے تین بڑے ہسپتالوں کے مردہ خانوں میں تقریباً 96 ایسی میتیں پڑی ہیں جن کی شناخت کے لیے ابھی تک حکام سے کسی نے رابطہ نہیں کیا، مقامی افراد کے مطابق لوگ خوف کے باعث اپنے رشتے داروں کی لاشیں ہسپتالوں سے نہیں لے جا رہے ہیں جبکہ ہسپتال انتظامیہ کے مطابق یہ لاشیں کئی مہینوں سے مردہ خانوں میں موجود ہیں، اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے اب سپریم کورٹ کی تشکیل کردہ سابق ججوں کی ایک کمیٹی نے ریاستی حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مرنے والوں کی ایک فہرست عوامی سطح پر جاری کرے تاکہ میتوں کے لواحقین کی شناخت کر کے لاشیں ان کے حوالے کر دی جائیں اور جن لاشوں کے دعویدار پھر بھی سامنے نہ آئیں اُن کی آخری رسومات پورے احترام کے ساتھ ادا کر دی جائیں۔

حکومتی اعداد و شمار کے مطابق منی پور کے نسلی فسادات میں اب تک 175 افراد مارے جا چکے ہیں جبکہ کم از کم 32 افراد لاپتہ ہیں، منی پور کی ریاست میں نسلی فسادات اکثریتی میتئی اور کوکی قبائل کے درمیان ہوا تھا، یہ نسلی گروہ ریاست کے الگ الگ جغرافیائی خطوں میں آباد ہیں، فسادات کے بعد اب صورتحال یہ ہے کہ ایک نسلی گروہ کے لوگ دوسرے گروپ کے خطے میں نہیں جا سکتے، پوری ریاست نسلی بنیادوں پر منقسم ہے اور تشدد کے واقعات اب بھی رونما ہو رہے ہیں، حکام کی جانب سے ریاست کی صورتحال انتہائی نازک بتائی جا رہی ہے، اس رپورٹ کے فائل کیے جانے کے وقت دو نوعمر طالبعلموں کے مارے جانے کی خبریں موصول ہو رہی تھیں، یہ طلبا جولائی کے اوائل سے لاپتہ تھے، سوشل میڈیا پر دو تصویریں وائرل ہوئی ہیں جن میں ایک تصویر میں دونوں طلبا کو ایک ساتھ بیٹھے ہوئے دکھایا گیا جبکہ ان کے پاس مسلح لوگ کھڑے ہیں، دوسری تصویر میں ان کی لاشیں دکھائی گئی ہیں۔ بی بی سی آزادانہ طور پر ان تصاویر کی تصدیق کرنے سے قاصر ہے تاہم یہ معاملہ سوشل میڈیا پر سامنے آنے کے بعد ریاستی حکومت نے عوام سے ضبط و تحمل سے کام لینے کی اپیل کی ہے، ریاستی دار الحکومت امپھال کے ایک سینیئر صحافی وانگکھم ٹیکیندر رنگھ نے بی بی سی کو بتایا کہ نسلی تشدد میں مرنے والے 96 افراد کی لاشیں امپھال کے دو ہسپتالوں ''ریجنل انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز'' اور ''جواہر لال نہرو انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز'' اور چورا چاند پور کے ریجنل میڈیکل کالج میں رکھی ہوئی ہیں، امپھال وادی میں میتئی نسلی گروپ کی آبادی کا غلبہ ہے اور یہاں کے دو ہسپتالوں میں جو لاشیں رکھی ہوئی ہیں وہ کوکی نسلی گروپ کے لوگوں کی ہیں، چوڑا چاند پور کے ضلع میڈیکل میں جو لاشیں رکھی ہیں ان میں کوکی اور میتئی دونوں گروپوں کے لوگ شامل ہیں، چورا چاند پور میں موجود میتوں میں کوکیوں کی اکثریت ہے، وانگکھم نے بتایا کہ مسئلہ یہ ہے کہ فسادات کے بعد کوکی میتئی کے علاقوں میں نہیں جا سکتے اور میتئی کوکی علاقے میں داخل نہیں ہو سکتے اور قانون کے مطابق چونکہ لاشوں کی شناخت کے لیے ذاتی طور لواحقین کا ہسپتال کے مردہ خانے جانا ضروری ہے اور چونکہ لوگ جا نہیں سکتے اسی وجہ سے یہ لاشیں مہینوں سے بغیر شناخت کے پڑی ہوئی ہیں، انھوں نے مزید بتایا کہ حالات کی حساس نوعیت کے سبب ہسپتالوں نے ان لاشوں کی تصویریں اور تفصیلات وغیرہ بھی ابھی تک جاری نہیں کی ہیں، حکام اور سکیورٹی فورسز کوشش کر رہی ہیں کہ حالات کم از کم اس حد تک ہی نارمل ہو جائیں کہ لواحقین یہاں آ کر اپنے پیاروں کی لاشوں کی شناخت کر سکیں تاکہ ان کی آخری رسوم ادا کی جا سکیں؛ لیکن بظاہر یہ بھی ممکن نہیں ہو پا رہا ہے، وانگکھم نے بتایا کہ گذشتہ کچھ دنوں سے فائرنگ کے واقعات بالخصوص ہلاکتوں کے واقعات میں کچھ کمی آئی ہے؛ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ دونوں نسلی گروپوں میں بے اعتباری اور نفرتیں اتنی گہری ہو چکی ہیں کہ انھیں دور کرنے میں بہت وقت لگے گا، یہ مسئلہ اس لیے اور پیچیدہ ہو رہا ہے کہ دونوں ہی گروپوں میں سکیورٹی فورسز کے تئیں اعتماد ٹوٹ گیا ہے، ان کے مطابق 'میتئی گروپ کے لوگ فوج اور آسام رائفلز کے آنے جانے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں؛ کیوں کہ وہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ کوکی قبائل کی مدد کرتی ہیں جبکہ کوکی گروپ ریاستی پولیس اور ریاستی سکیورٹی فورسز کو اپنے علاقے میں داخل نہیں ہونے دیتیں کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ یہ میتئیوں کی ہمدرد ہیں، باہمی اعتماد کا ٹوٹنا اس وقت سب سے بڑا مسئلہ ہے، کوکی تنظیم انڈیجینس ٹرائبل لیڈرس فورم کے سکریٹری موان تومبینگ نے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے کہا کہ 'لاشوں کی شناخت کے لیے امپھال وادی جانا ناممکن ہے؛ کیونکہ وہ موت کی وادی کی طرح ہے، مرنے والوں کے لواحقین بھی وہاں نہیں جا سکتے، یہاں کہ ہمارے رکن اسمبلی کو بھی وہاں بُری طرح مارا گیا تھا، اُن کا کہنا ہے کہ فوٹو اور فون کالز کے ذریعے بیشتر لاشوں کی شناخت ہو چکی ہے؛ لیکن حکام قانونی تقاضے پورے نہ ہونے کے باعث یہ لاشیں لواحقین کے حوالے نہیں کر رہے ہیں، انھوں نے مزید کہا کہ ان لاشوں کے علاوہ 41 کوکی لاپتہ بھی ہیں اور کئی لاشیں جلی ہوئی ہیں جن کی شناخت مشکل ہے، انھوں نے بی بی سی کو مرنے والوں کی ایک فہرست بھیجی ہے جس میں ان کے نام عمر اور دیگر تفصیلات دی گئی ہیں، انھوں نے مزید کہا کہ ''حالات میں بہتری تبھی آ سکتی ہے جب اکثریتی میتئی گروپ مثبت قدم اٹھائے اور مرکزی حکومت ہماری شکایات کو دور کرے'' 41 ہزار کوکی اب بھی عارضی کیمپوں میں رہ رہے ہیں، حالات ایسے ہیں جو چند دنوں میں صحیح نہیں ہو سکتے، صورتحال کا دارومدار حکومت کی منشا پر ہے، اس مرحلے پر تو کچھ نہیں ہو رہا ہے، حکومت اس سلسلے میں کیا کر رہی ہے؟

سپریم کورٹ نے گذشتہ مہینے جموں و کشمیر کی سابق چیف جسٹس گیتا متل کی سربراہی میں ہائی کورٹ کے تین سبکدوش ججوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی تھی، اس کمیٹی کا کام منی پور کے نسلی تشدد کے انسانی پہلوؤں میں مدد کرنی ہے، اس کمیٹی نے ایک رپورٹ میں سفارش کی ہے کہ ریاستی حکومت ان افراد کی ایک فہرست شائع اور مشتہر کرے جو پانچ مہینے سے جاری تشدد میں مارے گئے ہیں اور ان کے لواحقین کی شناخت کرے تاکہ انھیں مقررہ معاوضہ ادا کیا جا سکے، اگر اس میں کامیابی نہیں ملتی تو اس کمیٹی نے مشورہ دیا ہے کہ ضلع کلکٹر مناسب جگہ کا تعین کر کے پورے احترام کے ساتھ ان لاشوں کی آخری رسوم ادا کر دیں، صحافی وانگکھم ٹیکیندر رنگھ کہتے ہیں کہ ''لاشوں کی آخری رسوم کی ادائیگی ایک بہت حساس معاملہ ہے، اس مرحلے پر ہمیں نہیں معلوم کہ اگر حکومت کچھ ایسا اعلان کرتی ہے کہ حکام ایسی لاشوں کی آخری رسومات ادا کر دیں جن کا کوئی دعویدار نہیں تو لوگوں کا کیا ردعمل ہوگا'' منی پور کشیدگی اور تشدد کے خوف میں ڈوبا ہوا ہے، ہزاروں لوگ عارضی پناہ گاہوں میں انتہائی مشکل حالات میں رہ رہے ہیں جبکہ معمول کی زندگی مکمل طور پر مفلوج ہے۔

بقیہ یادوں کے چراغ .... گاؤں میں خواہ پنچایت ہو یا کسی اجتماعی کام کیلئے مشورہ کی مجلس ہر مجلس میں اپنی حاضری ضرور درج کراتے، اور ہر جگہ تازہ دم نظر آتے، اپنے قیمتی آراء اور مشوروں سے نوازتے، پیچیدہ اور مشکل ترین سماجی مسائل کے حل میں طاق تھے، صبر و تحمل، اور سنجیدگی و متانت ان کی اصل قوت تھی، وسیع الظرف انسان اگر وسعت فکر و نظر کی دولت سے مالا مال ہو تو سماج کیلئے بڑا مفید ہوتا ہے، ایسے لوگ اپنی ذات میں مگن نہیں رہتے، سماج کی نچلی اکائی میں جینے والوں کی پریشانیوں پر بھی ان کی نگاہیں ہوتی ہیں، آج سے 30 سال پہلے دیہاتوں میں زندگی انتہائی دشوار تھی، بالخصوص شادی بیاہ اور اجتماعی تقریبات کے موقع پر لوگوں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان دشواریوں سے نمٹنے کیلئے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی، جہاں اجتماعی چندے سے تقریبات میں استعمال ہونے والی ضروری چیزیں خرید کر رکھی گئیں، جسے ضرورت ہوتی وہ لے جاتا، ضرورت پوری ہونے پر واپس کر دیتا، اس انجمن سے گاؤں کے لوگوں کو جو سہولتیں ہوئیں وہ یقیناً مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حسنات میں شمار کی جائیں گی، گاؤں کی جامع مسجد میں امام کی تعیین سے پہلے جمعہ کی نماز سے قبل عموماً آپ ہی خطاب کرتے تھے، آپ کے خطاب میں سماجی اصلاح و تربیت کا پہلو غالب ہوتا تھا، ہمارے گاؤں میں ناخواندگی کی شرح بہت زیادہ تھی، تعلیمی بیداری تقریباً معدوم، لہذا تعلیمی بیداری آپ کا خاص اور محبوب موضوع تھا، کبھی چمکار کر اور کبھی محبت بھری جھڑکی دیکر لوگوں کو بچوں کی تعلیم و تربیت کی ترغیب دیتے، آپ اپنے خطاب میں ایک طرف تعلیم سے متعلق دینی احکامات و ہدایات کا حوالہ دیتے تو دوسری طرف تشویق کیلئے تعلیم کے ذریعہ دنیا میں برپا ہونے والے انقلابات کی تفصیلات بیان کر کے سمجھاتے کہ آخرت کی کامیابی کے ساتھ ایک بہتر زندگی کی ضمانت صرف اور صرف تعلیم میں ہے، چوں کہ آپ خود ان لوگوں میں سے تھے جو اپنی دنیا آپ بناتے ہیں، صرف آبا و اجداد کی عظمت کی بیساکھی کے سہارے ترقی کے منازل طے کرنے والوں میں سے نہیں تھے، آپ نے خود علم دین حاصل کیا، دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کیلئے تدریسی زندگی کو میدان عمل بنایا، ایک عرصہ تک مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد عصری درسگاہ سے مربوط ہو گئے، اس طرح اللہ نے دین سے محبت، جذبہ اطاعت اور ملی حمیت کی دولت کے ساتھ مالی و اقتصادی اعتبار سے بھی آسودہ حال بنایا، انہیں جو کچھ عزت و احترام، اور فارغ البالی نصیب ہوئی اس کیلئے تعلیم ہی مشعل راہ بنی، کشادہ دل انسان کی ایک خاصیت ہوتی ہے کہ وہ زندگی کی جن پگڈنڈیوں پر چل کر ترقی کے منازل طے کرتا ہے اس کی طرف دوسروں کی بھی رہنمائی کرتا ہے، اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرا بھی انہیں خطوط پر چل کر ترقی کی بلندیوں تک پہونچ جائے، حضرت مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وسیع الظرف اور ملت کے ہمدرد و بہی خواہ تھے؛ اسلئے وہ قوم کے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی تلقین بار بار کرتے، اور پڑھنے والوں سے بہت خوش ہوتے، طلبہ سے ایسے چہک کر ملتے جیسے اپنا جگر گوشہ کسی دور دراز سفر سے واپس آیا ہے۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ دار العلوم کے فیض یافتہ تھے، مدرسہ میں تقریباً 12 سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اس کے بعد سالہا سال عصری درسگاہ سے منسلک رہے اس طرح انہیں دو مختلف تعلیمی نظام کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، انہیں دونوں کی اہمیت و افادیت کا تجربہ ہوا، دونوں نظام ہائے تعلیم کے مثبت و منفی پہلو سے اچھی طرح واقفیت کے بعد ان کے مزاج میں دینی اور عصری علوم کے تئیں ایک توازن اور اعتدال پیدا ہوا، وہ نہ تو اس بات کے قائل تھے کہ دینی تعلیم کے علاوہ ہر علم شیطانی اور عصری درسگاہ کا ہر فاضل دین بیزار ہے، اور نہ یہ ماننے کیلئے تیار تھے کہ خالص مدرسہ کا فارغ اس جدید دنیا میں "صم بکم عمی" بن کے رہ جاتا ہے، اور ہر کام کیلئے دوسروں کا دست نگر اور محتاج بن کر زندگی گذارنے پر مجبور ہوتا ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات اور وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ ہونے والی گفتگو سے جو کچھ مجھے سمجھ میں آیا کہ وہ "خذ ما صفا ودع ما کدر" کے قائل تھے، دنیا برتنی ہے؛ لیکن دین کے دائرے میں، دینی حدود سے نکل کر ہمارا ہر ہر عمل شر کے زمرے میں آ جاتا ہے، اس میں کوئی خیر نہیں رہتا، چوں کہ اس دنیا سے کلیتاً اجتناب بھی ناممکن ہے، اسلئے کہ کائنات کی ہر شئی اشرف المخلوقات حضرت انسان کی بالواسطہ یا بلا واسطہ خدمت کیلئے بنائی گئی ہیں، یہ سب ہمارے لئے "لائف سپورٹنگ سسٹم" کی حیثیت رکھتی ہیں، اس سے پتہ چلا کہ ہم کسی حد تک چار و ناچار اسے برتنے پر مجبور بھی ہیں، اور دنیا برتنے کیلئے اسے سیکھنا ہوگا، جس کیلئے عصری علوم کی ضرورت ہے،، پھر اسی دنیا کو جن حدود میں برتنا ہے ان حدود سے واقفیت کیلئے دینی علوم ضروری ہیں اس طرح دیکھا جائے تو عصری علوم کا حصول بھی دینی اعتبار سے ضروری ہے، (یہ ان کے ساتھ ہونے والی ایک گفتگو کا خلاصہ ہے) علم دوستی کا ہی نتیجہ تھا کہ جب مولانا ابرار صاحب قاسمی حفظہ اللہ نے مدرسہ فیضان القرآن کٹھیلا کی بنیاد رکھنے کا ارادہ کیا تو حضرت مولانا حسین صاحب مدظلہ العالی اور مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدم سے قدم ملا کر ساتھ رہے، اور زندگی بھر مدرسہ کے خیر خواہ اور معاون رہے۔

مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ "نگہہ بلند" "روشن افکار، کے ساتھ حسن اخلاق اور اعلی کردار کے بھی حامل تھے نیز انتہائی سادہ اور منکسر المزاج تھے، ہمارے خاندان سے ان کا خصوصی ربط و ضبط تھا: اسلئے انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، وہ اختلاف کی صورت میں غیض و غضب کے بجائے خاموشی کو ترجیح دیتے، "ایک خاموشی سو بلا کو ٹالتی ہے" پر یقین رکھنے والے تھے، دوسروں کو بھی صبر و ضبط اور درگذر سے کام لینے کی تلقین کرتے تھے، ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ گاؤں میں ایک بڑا تنازع کھڑا ہو گیا، گاؤں کے اکثر ذمہ داران سفر پر تھے چناں چہ مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فریقین کے درمیان مصالحت کیلئے تنہا آگے بڑھے، طویل بحث و مباحثہ کے بعد بھی ایک فریق باہمی گفت و شنید کے ذریعہ مسئلہ حل کرنے پر راضی نہیں ہوا، حضرت مولانا واپس جانے لگے تو میں نے چپکے سے کہا کہ حضرت! ان سے آپ کا تعلق تو اس طرح کا ہے کہ آپ باہمی گفتگو پر اصرار کرتے، اور کھلے طور پر ان سے کہہ سکتے ہیں کہ جب تک آپ دو طرفہ گفتگو پر راضی نہیں ہوتے میں واپس نہیں جاؤں گا، حضرت مولانا مسکرانے لگے اور پھر واپس آ کر بیٹھ گئے، پھر دیر تک مناتے رہے، آخرکار انہیں راضی کر کے ہی واپس لوٹے، یہ ان کے اخلاص کا نتیجہ تھا، دراصل انسان کا دل جب سماج کے لئے دھڑکتا ہے اور ان کے تئیں اخلاص کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے تو سماج میں ہونے والے باہمی تنازعات پر وہ بے چین ہو جاتا ہے، اور اسے ختم کرنے کیلئے سب کچھ بخوشی برداشت کر لیتا ہے، سب و شتم اور بہتان تراشی کے تیر و نشتر کی بارش اسے ایسے محسوس ہوتی ہے جیسے کوئی گل پاشی کر رہا ہو، یہی حال مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، وہ کسی بھی تنازع کے خاتمہ کیلئے پیش پیش رہتے، اور ختم ہونے تک چین کی سانس نہیں لیتے تھے۔ ان کی سادگی و شرافت، اور حلم و بردباری نے ہی انہیں گاؤں کے علاوہ پورے علاقہ میں ہر دلعزیز بنایا تھا، بدترین حالات میں بھی ہونٹوں پر تبسم سجائے نظر آتے، ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے، حضرت مولانا کی وفات بالخصوص کٹھیلا کے لوگوں کیلئے ایک سانحہ سے کم نہیں، اس سماجی تانے بانے کو بنائے رکھنے والے مخلص اور بے لوث رہنما کی رحلت پر ہر کوئی سوگوار ہے

وائے گل چین اجل کیا خوب تھی تیری پسند ☆☆ پھول وہ توڑا کہ ویراں کر دیا سارا چمن

دعا ہے کہ اللہ انہیں بہترین صلہ عطاء فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور ان کی مغفرت فرمائے۔

Scanned with CamScanner

انڈیا کی تعریف سے ناواقف یہ لوگ - ڈاکٹر رام پنیانی

یہاں اس بار ملک میں انڈیا اور بھارت کو لے کر ایک نئی بحث چھڑ گئی ہے اور اس سلسلہ میں اکثر لوگ یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آخر سچ کیا ہے، جس طرح انڈیا نام کے بہت ذرائع ہیں جیسا کہ تہذیبیں جامد نہیں ہوتیں اور چیزیں وقت اور حالات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں یہاں تک کہ براعظموں، سلطنتوں اور ملکوں کے نام بھی تبدیل ہو چکے ہیں، اس سلسلہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ملک کے دو بڑے ناموں میں سے ایک بھارت ہے، جمبودیپ جیسے دوسرے نام بھی ملتے ہیں یہ اشوک اعظم کے فرمودات میں بھی ہمیں ملتا ہے، جمبودیپ کا مطلب میرو کے اطراف واکناف پائے جانے والے چار براعظموں کا جنوبی حصہ جوان زمینوں پر رہنے والے عوام کا مرکز ہے اور اس کی توثیق وتصدیق کائناتی تفہیم سے بھی ہوتی ہے، یہ جمبودیپ (اس کا نام جامن بیری کے درخت سے اخذ کیا گیا ہے) مالدیپ، نیپال، بنگلہ دیش اور پاکستان پر مشتمل ہے، اسی طرح آریہ ورتا کو گنگا کے طاس کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جہاں آریائی یہاں اپنی آمد کے بعد پہلی مرتبہ آباد ہوئے تھے، جہاں تک ''بھارت'' کا سوال ہے اس کا حوالہ ''قبیلہ بھارت'' اور ایک عظیم بادشاہ بھارت کے بعد دیا جانے لگا یعنی بادشاہ بھارت اور قبیلہ بھارت پر ہمارے ملک کو بھارت کہا جانے لگا ''رگ وید'' (18 ویں تعریفی و ستائشی کلمات ساتویں کتاب) میں راجہ سداسا کے خلاف دس راجنس (دس راجاؤں) کی جنگ کا حوالہ دیا گیا ہے، راجہ سداسا قبیلہ بھارت سے تعلق رکھتا تھا، مہابھارت میں سلطنت بھارت کے مذکورہ راجہ کا بھارت چکرورتی (فاتح حکمراں) اور کورو پانڈوؤں کے آباؤاجداد کے طور پر حوالہ دیا گیا، وشنو پوران میں بھارت ورشم کا حوالہ ملتا ہے یعنی سلطنت بھارت کا ذکر ہے جس میں آج کا پاکستان، افغانستان اور ایران شامل تھا، اب چلتے ہیں جین مذہب کے مذہبی مواد یا ادب کی طرف جس میں بتایا گیا کہ بھارت چکرورتی پہلے جین تیرتھنک (بانی کے بڑے بیٹے ہیں) سریز کے دوسرے نام عام طور پر دریائے سندھ کے آس پاس کے ہیں، اویستا Avesta میں اس کا حوالہ HAPTAHINDU کے نام سے دیا ہے۔ اسی طرح ویدوں میں جگہ جگہ اس کا ذکر SAPTASINDHOL کے طور پر کہا گیا ہے جبکہ ACHAEMINID (فارسی) ذرائع نے اس کا حوالہ HINDUSH کے نام سے دیا ہے یہاں تک کہ اس سے قبل چوتھی صدی قبل مسیح میں میگا تھیز نے اسے انڈیا کہا ہے جو یونانی میں منتقل ہوا اسے INDIKE کہا گیا ہے، یہ دراصل آنے والے وقت میں INDIA کا ترجمہ تھا جو لوگ INDIA نام کو نوآبادیاتی وراثت کہہ رہے ہیں دراصل وہ لفظ انڈیا کی اصطلاح کی ابتدائی پیچیدہ تاریخ سے واقف نہیں ہیں اور دستور میں موجود ہمارے ملک کے نام INDIA کا استعمال کرنے سے انکار کر رہے ہیں وہ صرف اور صرف اپنے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے ایسا کر رہے ہیں، ملک کے دستور میں واضح طور پر ''انڈیا جو بھارت ہے'' کہا گیا ہے، انسانی تہذیبیں جامد نہیں ہیں؛ کیونکہ جو تہذیبیں جامد یا منجمد اور محدود ہوتی ہیں وہ کبھی ترقی نہیں کر پاتیں، ان کی نشوونما نہیں ہوسکتی وہ فروغ پانے سے محروم رہتی ہیں، اس سلسلہ میں سریندر ناتھ بنرجی کی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ کس طرح انہوں نے ''انڈیا نیشن ان دی میکنگ'' کی اصطلاح استعمال کی، گاندھی نے اپنا اخبار ''Young India'' شروع کیا، معمار دستور ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے کیسے اپنی ''انڈیا لیبر پارٹی'' قائم کی اور پھر بعد میں ری پبلکن پارٹی آف انڈیا کی بنیاد ڈالی، لفظ INDIA کا استعمال کسی بھی طرح نوآبادیاتی وراثت نہیں ہے؛ بلکہ یہ لفظ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہمارے ملک کی سرزمین پر تجارت اور لوٹ مار کرنے کے لئے قدم رکھنے سے بہت پہلے ہی وجود میں آچکا تھا، اس لفظ کو متعدد مرتبہ استعماری طاقتوں ونوآبادیاتی نظام کے خلاف تحریکوں میں استعمال کیا گیا جس کی وجہ سے ساری دنیا میں ہمارا ملک INDIA کے نام سے جانا اور پہنچانا جاتا ہے، ایک بات ضرور ہے کہ نوآبادیاتی وراثت اور مغربی اثر ورسوخ کے بہانے جو لوگ لفظ ''انڈیا'' کے استعمال کو روکنا چاہتے ہیں وہ آزادی مساوات اور بھائی چارگی کے جمہوری اقدار کی بھی شدت سے مخالفت کر رہے ہیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل تک بھی یہ طاقتیں اس لفظ کو استعمال کرتی رہی ہیں، ہمارے ملک میں میڈ ان انڈیا جیسی تعبیرات بہت زیادہ ہیں مثال کے طور پر اسکل انڈیا، مائی کلین انڈیا وغیرہ وغیرہ۔ اس سے قبل بھی وزیراعظم نریندر مودی نے ووٹ فار انڈیا کی بات کی تھی؛ لیکن اب وہ لفظ انڈیا کی شدت سے مخالفت کرنے لگے ہیں، ''انڈیا جو کہ بھارت ہے'' تسلسل اور تبدیلی کا ایک خوبصورت بیان تھا؛ اگرچہ یہ روایات کے شاندار پہلوؤں کو برقرار رکھتا ہے، یہ ان تبدیلیوں کے لئے اپنے بازو کھولتا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ ہیں اور جو انڈیا میں جدید دور کی بنیاد رکھتے ہیں۔

ت کا تذکرہ ضروری ہوگا کہ دستور بنانے والوں کو لفظ بھارت سے کوئی الرجی نہیں تھی اسے دل سے ہماری روح کے طور پر قبول کیا گیا تھا، جدید دور میں ملک کی حقیقت کا تصور کیا، یہ گرودیو رابندر ناتھ ٹیگور کے ترانے جن گن من بہت اچھی طرح جھلکتا ہے، راجیو گاندھی نے 21 ویں صدی کے انڈیا کا خواب دیکھتے ہوئے میرا بھارت مہان کا نعرہ بھی دیا تھا۔

مسلمانوں سے یہ نفرت کب تک؟

پروفیسر حسین اختر اورنگ آباد

۲۰۱۴ء کے بعد سے ہندوستان کے نصیب کا شاید ہی کوئی دن ایسا جاتا ہوگا جس دن مسلمانوں کی توہین، ان کی دلآزاری، ان سے نفرت کا برتاؤ اور جانب دارانہ سلوک نہ ہوتا ہو، طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ سب حکومت کے زیر سایہ اور اس کی حمایت ورضامندی سے ہوتا ہے، کبھی تو یہ کردار میڈیا ادا کرتا ہے، کبھی سماج میں منفی سوچ وفکر رکھنے والے افراد اور کبھی حکومتی وسیاسی جماعتوں کے آئی ٹی سیلس، اس وقت تو حد ہی ہوجاتی ہے جب منتخب ممبران پارلیمنٹ واسمبلی اپنے اہم منصب اور اپنی ہی طرح کے عوامی چنندہ ممبران سے منافرانہ اور متعصبانہ رویہ اپناتے ہیں، یہ انتہا اور زیادتی سے بھی آگے کی چیز ہے، اب تو یہ آئے دن کی بات ہوگئی ہے کہ کسی بھی مقام اور پلیٹ فارم پر مسلمانوں کو برا بھلا کہہ دیا جاتا ہے، ان کی توہین کی جاتی ہے، ان کے اسلامی عقائد، قرآن، رسول اور اولیاء ودیگر مذہبی شعائر کے ساتھ نازیبا اور نفرت انگیز معاملہ کیا جاتا ہے، حالیہ واقعہ بہوجن سماج پارٹی کے امروہہ سے مسلم ممبر پارلیمنٹ کنور دانش علی اور بی جے پی ممبر پارلیمنٹ رمیش بدھوڑی کے درمیان پیش آمدہ واقعہ ہے، جس میں طاقت وحکومت کے نشے وغرور میں چور رمیش بدھوڑی دانش علی کو سطحی، بازارو، نفرت انگیز، نازیبا، قابل جرم واعتراض طعنے دیتا ہے، مزید دھمکیاں بھی دیتا ہے، نیز اول فول بھی بکتا ہے، رپورٹس کے مطابق دراصل رمیش بھدوڑی گذشتہ لوک سبھا میں چندریان-3 کی کامیابی پر بول رہے تھے، اسی دوران دانش علی نے کوئی تبصرہ کیا، جو شوروغل میں دب گیا مگر چوں کہ بھدوڑی نے دیکھ لیا کہ ایک مسلمان نے کچھ کہنے کی کوشش کی ہے، بس اس کی رگ خباثت بھڑک اٹھی اور اس نے بے دریغ قابل اعتراض اور غیر پارلیمانی وغیر مہذب الفاظ کا استعمال شروع کردیا، جس سے مسلمانوں کے دلوں کو چوٹ پہنچی ہے، بلکہ اس نے ایوان کے وقار کو بھی مجروح کیا ہے، تعجب خیز امر یہ ہے کہ اس شرمناک واقعے کی رپورٹنگ اور کوریج کو لوک سبھا کی کارروائی سے حذف کردیا گیا اور لوک سبھا ٹی وی سے بھی اس کی نشریات پر پابندی عاید کردی، مگر ایسا تو ممکن ہی نہیں کہ ساری دنیا اس سے بے خبر ہوجاتی اور اس کی اطلاع نہ ہوتی، نیز سوشل میڈیا کے عہد میں ایسا کیسے ممکن ہوتا، چنانچہ ان کے بیان کی سنگینی کی وجہ سے اس پر مسلسل احتجاج ہورہا ہے، عوامی سطح پر اس کا سخت ردعمل نظر آرہا ہے، اور اس سے راست آر ایس ایس اور بی جے پی کی اصل ذہنیت قرار دیا جارہا ہے، اس واقعے پر خود کنور دانش علی نے بھی اپنے سخت ردعمل کا اظہار کیا، انہوں نے سوشل میڈیا کی مشہور ومعروف سائٹ ایکس (ٹوئٹر) پر لکھا: ''کیا آر ایس ایس کی شاکھاؤں اور نریندر مودی کی لیباریٹری میں یہی سکھایا جاتا ہے؟ آپ کا لیڈر جب ایک منتخب ہوئے رکن پارلیمنٹ کو پارلیمنٹ میں ایسے توہین آمیز الفاظ کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تو وہ عام مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتا ہوگا؟ یہ سوچ کر بھی روح کانپ جاتی ہے علاوہ ازیں کنور دانش علی نے لوک سبھا اسپیکر آفس کو بھی خط لکھا ہے اور اپنے ساتھ ہوئے سلوک پر انصاف کی گہار لگائی، حالاں کہ اس واقعے پر متعلقہ بی جے پی کے دیگر ممبران نے لیپا پوتی کی اور رسمی افسوس کا اظہار بھی کیا، اسی طرح بی جے پی کی مرکزی ایکشن کمیٹی نے ''وجہ بتاؤ'' (شوکاز) نوٹس بھی جاری کیا، مگر اس سے ان زخموں کا مداوا کیسے ممکن ہے، جو اندرون جگر میں لگے ہیں اور ان سے ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت کی سرعام توہین کی گئی اور ان سے ناروا ونازیبا سلوک کیا گیا، اس جگرخراش واقعے نے بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو سکتے میں ڈال دیا اور وہ سوچنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ آخر مسلم دشمنی اور منافرت کا سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔

کیا یہی وہ نیا ہندوستان ہے جس کے وعدے کیے گئے تھے، کیا یہی ہے ''سب کا ساتھ سب کا وکاس''، ''سب کا ساتھ سب کا احساس''، سب کا ساتھ سب کا وشواس'' حالاں کہ ہندوستان کا باشعور طبقہ اسے جملہ یا محض نعرہ ہی سمجھتا ہے، مگر جو اسے حقیقت سمجھتے ہیں وہ بتائیں کہ یہ کیسا ہندوستان پروسا جارہا ہے اور یہ کیسا منظر نامہ پیش کیا جارہا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب شاید ہی ملے، مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں مسلمان اس قسم کی نازیبا اور ناروا حرکتوں پر خاموش رہیں گے اور کچھ بھی نہ کہیں گے، رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ جب بدزبان ممبر پارلیمنٹ؛ اپنے ہی ہم منصب کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کر رہا تھا، اس وقت کنور دانش علی حالت غیر ہوتی جارہی تھی، شدت جذبات اور فطری نفسیات کے زیر اثر وہ آبدیدہ بھی ہوگئے، یہ واقعہ تھا ہی ایسا اور اچانک حالاں کہ ایسے مواقع پر کسی بھی مسلمان کو تعلیمات رسول وصحابۂ کرام اور اولیاء کی سنت پر عمل کرنا چاہئے، صبر وضبط اور تحمل کا اظہار کرتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے، اپنے جذبات کو قابو رکھنا چاہئے، مذہب اسلام میں صبر وضبط اور تحمل وبرداشت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، صبر کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں نوے سے زیادہ مقام پر صبر کا ذکر کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صبر وتحمل اور برداشت کی بے شمار مثالیں اور نمونے موجود ہیں، قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، گویا قرآن مجید نے صاف اعلان کردیا ہے کہ صبر ہی اللہ کی معیت اور اس کی مدد کی کلید بلکہ شاہ کلید ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسم میں جو مقام صبر کا ہے ایمان میں وہی مقام اور درجہ صبر کا ہے۔

قرآن مجید نے خاص طور پر مسلمانوں سے کہا ہے کہ اگر کوئی گروہ تمہارے ساتھ زیادتی اور ناانصافی کرے تو تمہارے لئے اس حد تک اس کا جواب دینے کی گنجائش ہے، لیکن معیاری اور بہتر وافضل طریقہ یہ ہے کہ تم انتقام لینے کے بجائے صبر کا راستہ اختیار کرو، صبر اصل میں محبت کے تقاضوں میں سے ہے اور تدبیر کے اعتبار سے یہ دشمن کے ہتھیار چھین لینے کے مترادف ہے؛ کیوں کہ تشدد کا جواب اس سے زیادہ تشدد سے دیا جاسکتا ہے؛ لیکن عدم تشدد کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا، زبان درازی کے جواب میں اس سے بڑھ کر زبان درازی کی جاسکتی ہے، لیکن خاموشی کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ مخالفین کے پاس لوگوں کو جوش دلانے، گرمانے اور مشتعل کرنے کے لئے کوئی مواد ہی نہ مل سکے اور بالآخر آہستہ آہستہ ان کی مفسدانہ مہم سے دور ہوجائیں، اس موقع پر کنور دانش علی کو بھی یہی کرنا چاہئے تھا، گو کچھ وقت کے بعد انہوں نے ایسا کیا بھی اور مناسب طریقے سے انہوں نے قانونی چارہ جوئی بھی کی ہے، مگر یہ توقع بہت کم ہے کہ انہیں انصاف ملے گا یا ان کی دادرسی ہوگی، مختصر یہ کہ اس واقعے نے مسلمانوں کی سخت دل آزاری کی ہے اور ہندوستانی اقلیتوں کے لئے عرصہ سوال قائم کردیا کہ وہ وسیع تر اور گوناگوں رسومات وتہذیبوں کے ملک ہندوستان میں کہاں مقام رکھتے ہیں اور ان کا مستقبل کیا ہے، نفرتی ایجنڈے اور متعصبانہ ذہنیت یہاں تک آپہنچی جو عظیم تر ہندوستان کی بنیادوں کے لئے سخت خطرہ ہے، جس کا تدارک اور سدباب نہایت ضروری ہے، کیوں کہ تحفظ ہندوستانیت اور ملکی سلامتی اسی میں مضمر ہے، سچ تو یہ ہے کہ اس بات کا ادراک صرف ان کو ہوسکتا ہے جنہیں واقعی ہندوستان سے محبت ہے اور وہ اپنے وطن سے عشق کرتے ہیں، یہ بھی سچ ہے مسلمان اپنے وطن سے حقیقی عشق کرتے ہیں اور اس کی چوطرفہ سلامتی وچومکھی ترقی کے خواہاں ہیں، اس کے لئے انہیں کسی کے سرٹیفکیٹ یا سند کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہندوستانی مسلمانوں کا اجتماعی اعلان صرف یہ ہے:

ہم لوگ مسلمان ہیں بھارت کے وفادار
ہم رہ رو منزل ہیں ہمیں قافلہ سالار
ہم اہل وطن سے نہیں رکھتے ہیں کدورت
محسن ہیں ہمیں ملک کی تاریخ کے شہ کار
ہم لوگ مسلمان ہیں بھارت کے وفادار

اس آئین کا پابند ہر ہندوستانی مسلمان ہے اور وہ اسی کی تلقین اپنی آنے والی نسلوں کو کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

خدمت خلق کی اہمیت وضرورت-قرون اولیٰ کے حوالہ سے

محمد عرفان قاسمی آندھرا پردیش

اللہ رب ذوالجلال نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اس کے اندر بہت سارے اوصاف وکمالات اور جزبات رکھے، انہیں میں سے ایک خدمت خلق کا جذبہ ہے، انسان ایک سماجی جاندار ہے، اس کی کامیابی کے لئے ایک دوسرے کے تئیں ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ پایا جانا ضروری ہے، جو انسان دوسرے کے درد کو اپنے درد نہیں سمجھتا وہ انسان ہی نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

درددل کے واسطے پیدا کیا انسان کو☆ ☆ ☆ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

خدمت خلق سے خدا راضی ہوتا ہے، اس سے لوگوں میں انسیت ومحبت اور پیار پیدا ہوتا ہے، انسان خودغرضی اور لاپرواہی سے بچا رہتا ہے، اگر انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوجائے تو وہ انسان کے ساتھ جانوروں سے بھی پیار ومحبت کرنے لگتا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صفات حمیدہ قرآن میں مذکور ہیں ان میں ایک صفت رحمت ہے، ارشاد باری ہے: "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (سورة الانبیاء:۱۰۷) جس کا ترجمہ ہے "اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا" رحمت کا معنی ہی ہے مہربانی اور پیار ومحبت کرنے والا، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہے، اللہ تعالیٰ نے خود رحمان ورحیم ہے اور آپ کے رسول بھی رحمۃ للعالمین ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے آغاز میں ہی آپ کا تعارف ہمارے سامنے ایک سماجی خدمت گار کے طور پر سامنے آتا ہے، غار حراء میں جب پہلی مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی ہیئت میں وحی لے کر آئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ ایک نئی چیز تھی، آپ پر یہ ایک بوجھ تھا، آپ ڈر گئے، گھبرا گئے، آپ فوراً گھر آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ "زملونی زملونی" مجھ پر چادر ڈالئے، مجھ پر چادر ڈالئے، پھر اس بعد اللہ کے نبی نے پورا واقعہ سنایا تو حضرت خدیجہؓ نے کہا "واللہ لایخزیک اللہ ابدا" خدا کی قسم آپ اطمینان سے رہئے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑ دے گا، "انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق" (رواہ البخاری، کتاب بدء الوحي، حدیث:۳) ترجمہ: کیوں کہ آپ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والے ہیں، صلہ رحمی کرنے والے ہیں، رشتوں کو جوڑنے والے ہیں، بیواؤں اور لاوارث لوگوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں محتاجوں کی ضرورت پوری کرنے والے ہیں، مہمانوں کی مہمانداری کرنے والے ہیں اور لوگوں پر آنے والی مشکلات میں ان کی مدد کرنے والے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو آدمی انسانوں کی خدمت کرے گا اور ان کے حقوق ادا کرے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا، بلکہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے، حدیث میں ہے: "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" (ترمذی: ۱۹۲۴) ترجمہ: زمین والوں پر رحم کرو آسمان والاتم پر رحم کرے گا، نیز آپؐ نے فرمایا: الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ترجمہ: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے، مذکورہ احادیث مبارکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ پیغام دیا ہے کہ تم خدمت خلق کو لازم پکڑو، حدیث میں ہے: "خیر الناس من ینفع الناس" (رواہ الترمذی) لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے، اس حدیث میں خدمت خلق پر توجہ دلائی گئی ہے اور ایک حدیث میں ہے: "اماطة الاذیٰ عن الطریق صدقة" راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے، نیز قرآن کریم کی ایک آیت ہے: "لَیْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِیِّینَ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْیَتَامٰى وَالْمَسَاكِینَ وَابْنَ السَّبِیلِ وَالسَّائِلِینَ وَفِي الرِّقَابِ" (سورة البقرة:۱۷۷) اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "یہ کامل نیکی نہیں ہے کہ تم اپنا رخ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف کرو، لیکن کامل نیکی تو یہ ہے کہ تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لے آؤ اور ساتھ ساتھ رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کو آزاد کرانے پر اپنا مال خرچ کردے، یہی کامل ومکمل نیکی ہے، قرآن مقدس میں ایک مقام پر یہ ارشاد ہے: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (سورة المائدة:۲) اے ایمان والو! نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور برائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو مذکورہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت خلق اور لوگوں کے کام آنا بھلائی اور نیکی کا کام ہے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ "ایک موقع پر ایک مسلمان کا انتقال ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے لئے تشریف لائے، معمول کے مطابق سوال کیا کہ اس پر قرضہ تو نہیں ہے؟ جواب ملا کہ قرضہ ہے، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کتنا قرضہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اتنا، آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس کے ترکے میں قرض کی ادائیگی کا بندوبست ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے بھائی کا جنازہ پڑھو، میں جا رہا ہوں، حضرت ابوقتادہؓ معروف صحابی ہیں، انتقال ہونے والا شخص ان کا دوست تھا، وہ کھڑے ہوگئے اور فرمایا یا رسول اللہؐ! مہربانی فرمائیں، جنازہ پڑھا دیں، اس کا قرضہ میرے ذمے رہا، کیونکہ کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر اور محرومی کیا ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور جنازہ نہیں پڑھ رہے ہیں، کیا اس سے زیادہ محرومی کا تصور ہوسکتا ہے؟ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھا دیا اور جنازے کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ "من ترک مالا فلورثته" تم میں سے جو آدمی مال اور ترکہ چھوڑ کر انتقال کرے تو وہ ترکہ اس کے وارثوں کو ملے گا، ہم اس کو نہیں چھیڑیں گے، لیکن "من ترک کلا او ضیاعاً" جو آدمی قرض چھوڑ کر مرا اور ضائع ہونے والا بچہ چھوڑ کر مرا جن کا کوئی سہارا نہیں ہے "فالي وعلي" تو وہ میرے پاس آئیں گے اور میرے ذمے ہوں گے، اس بے سہارا خاندان کو سنبھالنا ہمارے ذمہ ہوگا، یہی وہ تعلیم تھی جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے روزگاروں، ضرورت مندوں اور معذوروں کے لئے وظیفے مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کے لئے بھی بطور خاص وظیفے مقرر فرمائے، تاکہ ان کی پرورش اور تربیت صحیح طور پر ہوتی رہے، اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی مشہور ہے کہ یہ وظیفہ بچے کو اس وقت ملنا شروع ہوتا تھا جب وہ ماں کے دودھ سے بے نیاز ہوکر غذائی اجناس کھانے لگتا تھا، غرض یہ تھی کہ ایک فرد کا خرچ بڑھنے کی وجہ سے ماں باپ مزید، بوجھ محسوس نہ کرے اور انہیں اس سلسلہ میں وظیفہ کی صورت میں کچھ سہولت مل جائے، حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک روز رات کے وقت مدینہ منورہ میں معمول کے مطابق چکر لگا رہے تھے، یہ چکر لوگوں کے احوال معلوم کرنے کے لئے ہوتا تھا اور حضرت عمرؓ اپنے اہل کاروں یا خفیہ ایجنسوں کی رپورٹوں پر انحصار کرنے کی بجائے خود گلیوں، بازاروں میں گھوم کر عام شہریوں کے حالت معلوم کیا کرتے تھے، وہ اسی مقصد سے گھوم رہے تھے کہ ایک گھر سے معصوم بچے کے رونے کی آواز آئی، وہ اسے عام سی بات سمجھ کر آگے بڑھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ اس گھر کے سامنے سے گزرے تو پھر سے اس بچے کی رونے کی آواز آنے لگی، پھر یہ سمجھ کر چلے گئے کہ بچے رویا ہی کرتے ہیں، اتفاق سے تھوڑی دیر کے بعد تیسری بار اس گھر کے سامنے سے گزرے تو بچے کے رونے کی آواز پھر آرہی تھی، اب حضرت عمرؓ گھر کے دروازے پر رک گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے ایک خاتون کی آواز آئی کہ کون ہے؟ پوچھا کہ بچہ مسلسل کیوں رو رہا ہے؟ خاتون نے کہا کہ ماں بچے کو دودھ نہیں پلا رہی ہے، اس لئے بچہ رو رہا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ ماں بچے کو کیوں دودھ نہیں پلا رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین نے بچوں کے وظیفے کے لئے شرط لگا رکھی ہے کہ جب وہ ماں کا دودھ چھوڑ کر باہری خوراک کا استعمال شروع کردے تو اس کا وظیفہ جاری کیا جائے گا، اس لئے بچے کی ماں اس کا دودھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ وہ باہری خوراک کا عادی ہوجائے اور اس کا وظیفہ جاری کرایا جاسکے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنی پیشانی پکڑ لی اور خود سے مخاطب ہوکر بولے کہ عمر! تم نے کتنے معصوم بچوں کو اس طرح رلایا ہوگا؟ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت سے کہا کہ وہ خود امیر المومنین عمرؓ ہیں، اس بچے کی ماں سے کہہ دیں کہ وہ اسے دودھ پلائے اور صبح اسے میرے پاس لے آئیے، اس کا وظیفہ مقرر کردیا جائے گا، چنانچہ اگلے روز صرف اس بچے کا وظیفہ جاری نہیں ہوا، بلکہ امیر المومنین نے اپنے سابقہ قانون میں یہ کہہ کر تبدیل کردی کہ بچے کے وظیفے کے لئے ماں کا دودھ چھوڑنے کا انتظار نہ کیا جائے، بلکہ پیدا ہوتے ہی اس کا وظیفہ جاری کردیا جائے۔

ان واقعات میں ہمارے لئے بڑا پیغام یہ ہے کہ ہمیں ضرورت مندوں کا خیال رکھنا چاہئے، یہی کیفیت آپؐ کے صحابہؓ کے اندر بھی پائی جاتی تھی، انصاری صحابہؓ کا عمل دیکھئے، مہاجر صحابہ کے ساتھ انکا ایثار وہمدردی وغم خواری کیسا رہا؟ ہم مسلمانوں سے اب یہ چیزیں ختم ہوتی جارہی ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ ربیع الاول کے آنے پر میلاد کی مجلسیں سجانا، جلوس نکالنا یہی اسلام ہے، اسلام اس سے بہت اوپر کی چیز ہے یہی خدمت خلق کے جذبے سے کام کرنا چاہئے، بیواؤں، یتیموں بے کسوں بے سہاروں کا سہارا بن کر زندگی گزاریں، کتنے لوگ بھوک سے تڑپ رہے ہیں، کتنے لوگ معذور ہیں انکی مدد کریں گھر گھر جائیں پوچھیں کس کی کیا ضرورت ہے اس کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کریں، افسوس یہ ہے کہ یہ صفات اب یہودیوں اور عیسائیوں میں منتقل ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے وہ آگے بڑھتے جارہے ہیں اور ہم پیچھے ہوتے جارہے ہیں۔

خدمت خلق تین طریقے سے کی جاتی ہے، ایک مالی خدمت یعنی اپنا مال دوسرے ضرورت مند انسانوں پر خرچ کرنا، دوسرا طریقہ اپنے جسم وجان سے ایسے کام کرنا جس سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے، جیسے کمزور اور بے سہارا لوگوں کے ایسے کام کرنا جو وہ خود نہیں کرسکتے، خدمت خلق کا تیسرا طریقہ اخلاقی اور روحانی خدمت ہے، یعنی دوسروں کو برائی سے بچانا اور نیک راستے پر چلانا، جہالت کی تاریکی کو دور کرکے علم کی روشنی کو عام کرنا، الطاف حسین حالی کا شعر ہے:

یہی ہے عبادت یہی دین وایمان ☆ ☆ ☆ کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان

شیخ سعدی شیرازیؒ کا شعر ہے:

طریقت بجز خدمت خلق نیست ☆ ☆ ☆ بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

ترجمہ: طریقت خدمت خلق کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے کہ یہ تسبیح اور مصلی اور گدڑی میں نہیں ہے۔

منزل تیری تلاش میں گھومے گی دربدر خلق خدا کی راہ سے روڑے ہٹا کے دیکھ

عرش بری پہ ہوگا تیرا تذکرہ بحال☆ ☆ ☆اپنے پرائے سب کو ذرا مسکرا کے دیکھ

(بقیہ صفحہ اول) تاکہ دوسرے معاملات کے ساتھ ساتھ فیملی معاملات طے پائیں، حکومت نے فیملی معاملات کے فیصلہ کا اختیار ان لوگوں کو بھی دیا ہے، جس کا علم نہ ہونے کے برابر اور جن کی غیر جانبداری شک وشبہ کے دائرہ میں رہتی ہے پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ حکومت ہند نے ناگا قبائل سے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں ان کے رواجی قوانین کو بڑی اہمیت دی گئی، یہ رواجی قوانین نہ مذہبی ہیں اور نہ لکھے ہوئے ہیں، اس معاہدہ کے تحت ناگا قبائل کے قوانین کو نہ پارلیمنٹ کے ذریعہ بدلا جاسکتا ہے اور نہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ان پر اثر انداز ہوسکتا ہے، ناگا قبائل کی پنچایت کا فیصلہ ناگاؤں کے لئے فائنل ہے اور معاہدہ کے تحت عدالتیں ان فیصلوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں کرسکتیں۔

مختلف ذاتوں کی اپنی اپنی پنچایت ہے، جہاں ان کے معاملات کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس ذات سے تعلق رکھنے والے شادی بیاہ، تقسیم جائیداد، لین دین، مارپیٹ جیسے معاملات کے فیصلے اسی پنچایت میں ہوتے ہیں، اور سماجی تنظیم کے بل بوتے پر انہیں نافذ کیا جاتا ہے، ان میں خاص طور پر گوجر سماج، مینا سماج، ماڑواری سماج کی الگ الگ علاقوں میں پنچایتیں ہیں، جو فیصلہ کیا کرتی ہیں، اسی طرح دلت سماج میں علیحدہ علیحدہ ذاتوں کی علاقہ وار پنچایت کا عام رواج ہے، مختلف علاقوں میں آدی باسیوں کی بھی پنچایت موجود ہے، جو آدی باسی رواج اور روایت کے پیش نظر فیصلے کرتی ہے اور عام طور سے جھگڑا توڑ کہا جاتا ہے۔

وطن عزیز ہندوستان میں فیصلے کرنے اور انصاف پانے کے یہ بہت سے طریقے ہیں، جن میں بہت سارے سرکاری ہیں اور اچھی خاصی تعداد غیر سرکاری کی بھی ہے، یہ غیر سرکاری عدالتیں یا پنچایتیں بھی انصاف کرتی ہیں اور متعلق لوگ ان کے فیصلوں کو رضا کارانہ قبول کرتے ہیں، سرکاری عدالتیں نہیں سمجھتیں اور نہ حکومت یہ مانتی ہے کہ یہ پنچایتیں یا عدالتیں سرکاری عدالتوں کے متوازی ہیں، یا ان کی وجہ سے اسٹیٹ اندر اسٹیٹ کی صورت پیدا ہورہی ہے، پورے ملک میں پھیلی چھوٹی چھوٹی پنچایتیں سرکاری عدالتوں کے بوجھ کو ہلکا اور کام کو آسان کرتی ہیں۔ پھر آربٹریشن ایکٹ Arbitration Act خود غیر سرکاری طریقہ؟ فیصلہ کی ہمت افزائی کرتا ہے اور ثالثی کے ذریعہ آسانی کے ساتھ انصاف پانے کی راہ کو قانونی تحفظ دیتا ہے۔

ان شکلوں کی موجودگی میں گھریلو امور کے حل اور عائلی اختلافات کو دور کرنے اور مسلمانوں میں شریعت کے مطابق فیصلہ پانے کے لئے دار القضاء کے نظم کو قائم کرنا مفید ہے اور اسے پھیلانا سماجی برائی کو دور کرنے کا ذریعہ ہے اور نہ صرف آربٹریشن ایکٹ کے پیش نظر دار القضاء کو ایک مفید سماجی سسٹم ماننا چاہئے؛ بلکہ حکومت کے طرز عمل "آسان فیصلہ اور جلد فیصلہ" کے زاویہ نظر سے اسے دیکھنا چاہئے۔ دار القضاء کے قاضی شرعی علم، اصول شہادت اور رفع نزاع کے ماہر اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں، وہ دیانت اور عدالت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور تصفیہ کے کام کو خدا کی رضا اور باہمی جھگڑوں کو مٹانے کے جذبہ سے کیا کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

خواتین اپنی فکر اور احساس کی حفاظت کریں!

ڈاکٹر حمیراء علیگ

اللہ نے خواتین کے اندر فکر کی گہرائی اور احساس کا سلگتا دریا پیدا کیا ہے، جو روزمرہ کے معمولات کا حصہ ہیں کیونکہ خواتین اگر ماں ہے تو اولا کی فکر میں ہمہ وقت غلطاں رہتی ہے، بہن ہے تو بھائی بہن کی فکر میں، بیٹی ہے تو والدین کی فکر میں، غرض کہ اس کی زندگی میں فکر لازمی جزو ہے۔ بہت کم ایسی خواتین دنیا میں ملیں گی جو اپنوں کی فکر سے مبرا ہوں۔ یا ایسی خواتین کمتر ہی ملیں گی جو احساس ذمہ داری یا اپنوں کے درد وغم کو یا خوشیوں کو محسوس نہ کرتی ہوں۔

لیکن یہاں ہم اس فکر واحساس کا تذکرہ نہیں کر رہے ہیں؛ بلکہ اس فکر کا ذکر کرنا چاہ رہے ہیں جو عرف عام میں سوچ کے ضمن میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی کہ وہ فکر جو آپ کی پہچان ہے، جو شخصیت کی تدوین کرتی ہے، وجود کی آبیاری کرتی ہے۔ وہ سوچ جو اطراف کے ماحول کی اصلاح کیلئے کی جاتی ہو یا وہ سوچ جو آپ کو یہ بتاتی ہو کہ زندگی کی کون سی ڈگر آپ کے لئے، آپ کی نسل کے لئے بہتر ہے، یا کیسا معیار زندگی اپنے خاندان کے لئے اپنی آئندہ نسل کیلئے منتخب کرنا چاہئے، کون سا راستہ ترقی کی سمت جاتا ہے اور کون سا راستہ آپ کی اگلی نسل میں افتخار کا باعث ہوگا۔ وہ سوچ جو آئندہ نسل کو یکجا کرنے والی ہو، وہ فکر جو آپس میں یکسانیت کا احساس پیدا کرنے والی ہو، وہ فکر جو آپ کی پہچان ہو۔ اگر آپ کی سوچ وفکر بس یہیں تک محدود ہے کہ بچے اچھا کھالیں اچھا پی لیں اور اچھے اسکول میں تعلیم حاصل کرلیں تو یہ سوچ کی انتہا یا اختتام نہیں ہے؛ بلکہ یہ آغاز ہے۔ اور آپ کو ابھی لمبا سفر طے کرنا ہے۔ آج کے دور میں فکری اساس تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے؛ کیونکہ زمانہ تیز گام ہو گیا ہے پل میں باتیں کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہیں، یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ یہ فکری اساس ہمارے نوجوانوں میں تبدیل نہ ہو جائے؛ کیونکہ آج سب سے زیادہ یلغار قوم کی حقیقی فکر پر ہے اور احساسات سب سے زیادہ تبدیلی کے مراحل سے گزر رہے ہیں، آج جو بات سب سے زیادہ قابل توجہ ہے وہ یہ کہ سوشل میڈیا ہے جو خیالات کی منتقلی کا سب سے عام، آسان واثر پذیر ذریعہ ہے، اس کے ذریعہ نہ صرف تفریحی مواد بلکہ اچھی پر مغز اور نصیحت آمیز باتیں بھی گردش کرتی رہتی ہیں اور لوگوں کی پذیرائی اور پسندیدگی بھی خوب ملتی ہے۔ لیکن عملی طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس طرح کی باتیں لوگ آپس میں مشترک کرتے ہیں یا منتقل کرتے ہیں وہ صرف وقت گزاری اور تفریحی معلوم ہوتی ہیں اس لئے محتاط طریقہ اختیار کرنا اچھا ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ ہر انسان اپنے آپ کو خطا سے مبرا سمجھتا ہے اور دنیا میں نمایاں ہونے والی بے ضابطگی اور اس کے نتائج میں دوسرے انسان کی شمولیت سمجھتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کبھی کبھی لوگ اپنی کمی یا کوتاہی یا خطا کو محسوس تو کرتے ہیں؛ لیکن دوسروں کے سامنے وہ یہ کبھی آشکارا نہیں کرنا چاہتے اور نہ قبول کرنے کو تیار ہوتے ہیں کہ دنیا کی بے اطمینانی اور انتشار میں ان کا بھی کوئی کردار ہے۔ ایسی صورت میں آج خواتین کی ذمہ داری تھوڑی اور زیادہ ہو گئی ہے؛ کیونکہ فکر واحساس کی حفاظت آپ کو کرنا ہے؛ تا کہ ہماری نسل جو فکر وتدبر اور احساس ذمہ داری سے عاری ہوتی جارہی ہے اسے اس کی حقیقت واہمیت بتائی جاسکے۔ انہیں یکجا کرنا ہے ان میں وہ احساس وفکر پیدا کرنا ہے جو ان کے دین اور ان کی بنیاد کی پہچان ہے، اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی کے سامنے غور وفکر کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہر شخص اس احساس سے سرشار ہے کہ اس میں بہترین لیاقت وصلاحیت کے عناصر موجود ہیں۔ بظاہر اپنی تشخیص کی بنا پر ہر انسان اچھا اور بے خطا ہے لیکن عملی زندگی اس کے برعکس ہے۔ ہمیں جستجو یہ کرنی ہے کہ دنیا میں غلط خیالات کا جو بازار گرم ہے، جھوٹ ولغویات سے زندگی میں جو آلودگی ہے، اور برائی کا مرض خاص وعام میں اگر رائج ہے تو اس کا سرا کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کیسے ان کی تشخیص کرنی ہے اور کس طرح ان کا تدارک کرنا ہے۔ اس بھیڑ میں کوئی چھوٹا یا کمتر سمجھنے کو تیار نہیں ہے تو کیوں نہ خاکساری کی ابتدا ہم اپنی ذات سے کریں، ہم کیا ہیں ہمیں بہتر سمجھنا ہے۔ اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ دوسروں کی نقل میں ہم اپنی بہترین فکر کو پراگندہ نہ ہونے دیں؛ کیونکہ بہترین چیز سے ہمیں اپنی نسل کی آبیاری کرنی ہے اور انہیں برے اثرات سے محفوظ کرنا ہے۔

قرآن وہ آسمانی کتاب ہے جو سب سے زیادہ غور وفکر کی دعوت دیتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ انسان غور وفکر پر متوجہ ہو، کیونکہ بار بار ایک ہی نکتہ پر سوچنے سے یقیناً ایسے راز آشکارا ہوں گے؛ جو زندگی کا رخ بہترین سمت میں موڑ سکتے ہیں۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ کا دل اسے قبول کرے جو مشکل ترین کام ہے پھر بھی چند نکات پر کوشش کی جاسکتی ہے۔ (۱) اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہ سے بھی دیکھیں۔ (۲) پہلے اپنی خامیاں دکمیاں دیکھنے کی عادت ڈالیں۔ اپنی ذات کو بڑا یا اہم سمجھنے کا مرض ہو تو تمام ترکمیاں وکمزوریاں چھوڑنے کا حتمی فیصلہ کریں۔ (۳) ایسی عادتیں یا چلن نہ اپنائیں جس سے دوسروں کی زندگی پر بُرے اثرات مرتب ہوں، قابل غور بات ہے کہ ہم میں کوئی بھی بُرا نہیں ہے۔ پھر بھی اس دنیا میں اتنی بے اطمینانی وبے سکونی ہے۔ ناانصافی کا احساس لوگوں میں موجود ہے۔ ہر دوسرا شخص معاشرے سے اور دوسروں سے نالاں ہے۔ ہر فرد اس غم میں ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے شخص نے ظلم کیا ہے، جب انسان کو اس کے کسی کام پر حوصلہ افزا سلوک نہیں ملتا ہے تو وہ اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ اپنی تشہیر آپ کرے۔ کبھی کبھی ایک فرد کے کارنامے پر دوسرے لوگ قبضہ کر لیتے ہیں۔ اس بات کے پیش نظر بہت سے لوگوں میں یہ بات شدت سے پیدا ہوتی کہ وہ اپنے کام کی اہمیت کو عام کریں، اس طرح ایک فرد کو دیکھ کر ہر دوسرا شخص یہ سوچتا ہے کہ مذکورہ راستہ ہمیں بھی اختیار کرنا چاہئے اور وہ پہلے شخص کی بہ نسبت زیادہ شدت سے اس کو اختیار کر لیتا ہے اور نتیجتاً رسہ کشی کا ماحول پیدا ہو جاتا، آج کے دور میں ہمیں سب سے زیادہ اپنی سوچ وفکر کی نگہبانی کی ضرورت ہے اور اس احساس کی جو ہمیں اور لوگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ جب کسی قوم سے اس کی حقیقی فکر چھن جائے تو اسے ختم ہونے سے کوئی نہیں بچاسکتا۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ دوسروں کے طور طریقے اور احساس سے اپنے فکری سچائی کو گندہ نہ ہونے دیں تا کہ ہمارے اندر اچھے احساس کی پونجی ہمیشہ باقی رہے۔

اب آئین کی روح بچانے کا وقت ہے

شاہ عالم اصلاحی

ملک آزاد ہونے کے بعد مجاہد آزادی مہاتما گاندھی نے جمہوریت کی تعریف کچھ یوں کی تھی کہ ''جمہوریت کمزور کو بھی اسی طرح کا موقع دیتی ہے جیسا کہ طاقتور کو'' مگر جب آج ہم اپنے ملک کی جمہوریت کا جائزہ لیتے ہیں تو ندامت کا احساس ہوتا ہے کہ ملک میں اقلیتوں کے حقوق کو کس طرح سلب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور دستور ہند کی حفاظت کیلئے کھڑے ہونے والے نوجوان کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالا جارہا ہے۔ خواتین کی بولی لگائی جارہی ہے اور خود باپو جی کو کھلے عام گالیاں دی جارہی ہیں اور ان کے قاتل گوڈسے کو نمن کرنے کی روایت دن بدن پروان چڑھ رہی ہے۔ کیا اسی طرز کی جمہوریت کی بحالی کیلئے ہمارے بزرگوں نے جانوں کے نذرانے پیش کیے تھے۔

یاد کیجئے کہ کتنی جفاکشی کے بعد 26/نومبر 1949ء کو آئین کو پانچ سال کی عرق ریزی اور بحث ومباحثہ کے بعد منظوری دی گئی تھی۔ ہمارے ملک کا لکھا جانے والا آئین دنیا کا سب سے طویل ترین آئین ہے۔ اسی آئین کی بدولت ہندوستان کو دنیا کی ایک مستحکم جمہوریت تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ 1947ء میں بھارت کے علاوہ دیگر ممالک نے بھی آزادی حاصل کی تھی، مگر ان کو وہ شرف قبولیت نہیں ملا جو ہمارے ملک کو حاصل ہوا ہندوستان نے کثرت میں وحدت کی نایاب مثال پیش کی جس کا بھرپور احساس نہ صرف عام ہندوستانیوں کو رہا، بلکہ بیرون ممالک کے لوگ بھی اس کا اعتراف کرتے رہے ہیں۔ اسی کی بدولت ہمارا ملک ایک مستحکم جمہوری حکومت دینے میں کامیاب رہا ہے؛ مگر اب کئی حلقوں سے آئین کو از سر نو لکھنے کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ چونکہ یہ آوازیں حکومت کے اندر اور ان کے چہیتوں کی جانب سے مسلسل اٹھ رہی ہیں، اس لیے تشویش لاحق ہونا حق بجانب ہے۔ دوسری جانب مجاہد آزادی سبھاش چندر بوس کے 125/ویں یوم پیدائش پر وزیر اعظم نریندر مودی نے انڈیا گیٹ پر ان کے ہولوگرام مجسمہ کی نقاب کشائی کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ نیتا جی سبھا چندر بوس نے انگریزوں کے سامنے جھکنے سے انکار کیا اور نیتا جی کا یہ مجسمہ جمہوری اقدار اور مستقبل کی نسلوں کو تحریک دے گا؛ مگر کیا وزیر اعظم کا یہ قول ان کی حکومت اور ان کے رفقائے کار کے رویہ سے میل کھا رہا ہے؟ اگر نہیں تو اس طرح کسی بھی مجاہد آزادی کے مجسمہ کے سامنے عقیدت کے چند بول رسما بول دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ ملک میں مرد مجاہد کے خوابوں کو کچلنے اور آئین کے ستون کو منہدم کرنے کی جو دانستہ طور پر مذموم حرکتیں ہو رہی ہیں سرکاران سے سختی سے نمٹے، یہی ان کیلئے سچا خراج عقیدت ہوگا۔

یہ ذکر کرتا چلوں کہ پہلی بار بھارتیہ جنتا پارٹی نے جب زمام اقتدار سنبھالا تھا، تو اس وقت اس کے انتخابی منشور میں آئین پر نظر ثانی کرنا شامل تھا۔ لہٰذا سابق وزیر اعظم اٹل بہار واجپائی نے ریٹائرڈ چیف جسٹس نارائن راؤ وینکٹ چلیا کی قیادت میں ایک کمیشن بھی تشکیل دیا تھا، جس نے دو سال سے زیادہ عرصے تک کام کرکے 249 کی صفحے کی سفارشات پیش کیں۔ چونکہ واجپائی جی ایک مخلوص حکومت کے سربراہ تھے، اس لئے آئین کے بنیادی ڈھانچے کو اس کمیشن کے اختیار سے باہر رکھا گیا۔ ان سفارشات میں تعلیم اور حق اطلاعات کو تسلیم کرنے کی سفارش بھی کی گئی تھی، جس کو حکومت نے تسلیم کرکے قانون سازی کی اور دیگر حکومتوں نے بھی ان سفارشات کو سراہا۔ مگر جب سے وزیر اعظم نریندر مودی کی قیادت میں بی جے پی کو پارلیمنٹ میں قطعی اکثریت حاصل ہوئی ہے، دستور کو از سر نو لکھنے کی آوازیں زور پکڑتی جارہی ہیں اور شر پسند عناصر تو آئین کے بنیادی ڈھانچے یعنی سیکولرازم، ثقافتی، مذہبی اور لسانی تنوع کو تسلیم وبرقرار رکھنے کے ہی سرے سے خلاف ہیں۔ وہ اپنا ایک ملک، ایک کلچر، ایک زبان کا نظریہ نافذ کرنے کی کوشش میں ہیں۔ ستم ظریفی یہ بھی ہے کہ دستور کے دیباچہ میں درج سوشلسٹ، سیکولر الفاظ کو بھی خارج کرنے کی مانگیں بھی حکومتی حلقوں کی طرف سے کی جارہی ہیں اور ان کی یہ غیر منطقی دلیل بھی کتنی مضحکہ خیز ہے کہ سیکولر لفظ اصل آئین کا حصہ نہیں تھا اور اسے سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کے دور میں آئین میں ترمیم کرکے شامل کیا گیا تھا۔ موجودہ حکومت دانستہ طور پر ان آئینی شقوں کو بھی کمزور کرنے کی کوشش کر رہی ہے، جو لسانی ومذہبی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرتی ہیں اور موجودہ آئین کو کالعدم یا اسے دوبارہ تحریر کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

کتنے شرم کی بات ہے کہ ہماری شناخت اب کچھ یوں بننے لگی ہے کہ عالمی تنظیم جینوسائڈ واچ'' کے بانی محقق ڈاکٹر گریگوری اسٹائن نے انتباہ جاری کیا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی نسل کشی کا آٹھواں مرحلہ طے کیا جارہا ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ بھارت میں مسلمانوں کے خلاف نسل کشی کی پلاننگ آٹھویں مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ واضح رہے کہ عالمی تنظیم جینوسائڈ واچ کے قیام کا مقصد دنیا بھر میں نسل کشی روکنا ہے، اس تنظیم کے بانیڈ اکٹر گریگ امریکی ریاست ورجینا کی جارج میسن کا دعویٰ ہے کہ کسی بھی خطے میں انسانوں کی نسل کشی سے قبل کم از کم دس مراحل پر مبنی پلاننگ کی جاتی ہے اور یہی کام شر پسند تنظیمیں بڑے منظم انداز میں کام کر رہی ہیں اور بھارت میں مسلمانوں کے خلاف نسل کشی کی پلاننگ یا مراحل آٹھویں مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ اور ان کے بقول یہ ایک واقعہ نہیں؛ بلکہ درجاتی عمل ہے جس میں سادھوؤں نے عام ہندوؤں سے دیش بھر کے مسلمانوں کا نسلی صفایا کرنے کا وعدہ لیا اور اپیل کی اور مسلم نسل کشی کی یہ اپیلیں عام سادھوؤں، پجاریوں، سنتوں نے یا لیڈر نے نہیں کی؛ بلکہ بھارت کے ہندو اکھاڑوں کے مہامنڈلی ایشوروں نے کی جن سے عام ہندو غیر معمولی عقیدت رکھتے ہیں، آزادی ایک عظیم دولت اور بہت بڑی نعمت ہے؛ مگر بھارت جیسے ملک میں اس کو برقرار رکھنے کے لیے ایک جمہوری اور سیکولر دستور کا ہونا ضروری ہے۔ آج کے ماحول میں یقینی طور پر ایک طبقہ عوام سے آزادی سلب کرنا چاہتا ہے جس کے منصوبے میں سب سے بڑی رکاوٹ سیکولر آئین ہے۔ دستور کے مطابق ملک کے تمام مذاہب کو عبادت وریاضت کی مکمل آزادی بھی حاصل ہے۔ لیکن گزشتہ کئی برسوں سے کچھ شر پسندوں نے ملک میں اقلیتوں کا جینا مشکل کر دیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ اقلیتوں کی عبادت میں رخنہ اندازی کی جارہی ہے؛ بلکہ ان کے کھانے پینے، رہن سہن کے طریقوں پر بھی اعتراض کیا جارہا ہے۔

ایک طرف جہاں جمہوری اقدار کو بے خوف پامال کیا جارہا ہے وہیں پوری دنیا میں شر پسند عناصر کے کرتوتوں سے ہماری جمہوریت بدنام ہو رہی ہے۔ صرف اقتدار پانا ہی کمال نہیں ہے بلکہ اقتدار کی پاسداری بھی ضروری ہے۔ آزادی کے بعد سے اب تک مودی حکومت کے قبل تک جن پارٹیوں نے بھی اقتدار سنبھالا، سبھی نے جمہوری قدروں کی پاسداری کی، بیان بازی اور چیز ہے اور عمل کی پاسداری اور بات ہے، یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ تاریخ حالات اور واقعات ہی کو محفوظ نہیں کرتی؛ بلکہ نیتوں اور ارادوں کو بھی پرکھتی ہے اس لیے ملک کی تعمیر وترقی محض جملہ بازی سے نہیں، بلکہ جمہوری اقدار کی بحالی سے ہی ممکن ہوگی۔

Scanned with CamScanner

اسرائیل سے سعودی عرب کی بڑھتی قربت کا راز کیا ہے؟

ڈاکٹر محمد ضیاء اللہ

صرف مشرق وسطیٰ ہی نہیں بلکہ پوری مسلم دنیا میں سعودی عرب کو جو مقام حاصل ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ ملک قدرتی ذرائع سے مالامال اور عالمی سطح پر تیل فروخت کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے، بلکہ اس کو یہ مقام مہبط وحی اور ارضِ اسلام ہونے کی وجہ سے حاصل ہے۔ علامہ اقبال نے تمام مسلمانوں کے جذبات کی نمائندگی بالکل درست طور پر کی تھی جب انہوں نے کہا تھا کہ 'محمد عربی سے ہے عالم عربی'۔ خود سعودی عرب کا شاہی خاندان بھی اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ اسلام سے ارض حجاز کی وابستگی کی اہمیت کس قدر زیادہ ہے اور اسی لئے دنیا بھر کے مسلمانوں کی نظر میں عزت و وقار حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین کا استعمال، سیاسی مقصد کے لئے اس طور پر کیا جاتا ہے کہ سعودی عرب کے بادشاہ اپنے نام کے ساتھ خادم حرمین شریفین کا سابقہ لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آلِ سعود اپنی سرکاری میٹنگوں میں بھی اسلام اور شریعتِ اسلامی کے دفاع کا دم وقتاً فوقتاً بھرتے رہتے ہیں۔ مہبط اسلام ہونے کی وجہ سے دنیا کے مسلمان بھی سعودی عرب کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی بہت سی کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے ان کے ساتھ محبت و اکرام کا معاملہ کرتے ہیں اور وہاں رونما ہونے والی تمام تبدیلیوں کو بڑی گہرائی سے دیکھتے ہیں، کیونکہ ان کے اثرات خواہ نہ خواہ تمام مسلم دنیا پر مرتب ہوتے ہیں۔ ایسی ہی ایک بڑی تبدیلی خارجہ پالیسی کے تعلق سے سعودی میں عنقریب ہی ہونے والی ہے اور اس کے اثرات صرف مشرق وسطیٰ ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان محسوس کریں گے، کیونکہ اس کا تعلق ارض مقدس فلسطین سے ہے۔ دراصل اس سے قبل میڈیا میں صرف یہ خبریں آتی تھیں کہ سعودی عرب اپنے سفارتی تعلقات اسرائیل کے ساتھ بحال کرنے کی ریس میں ہے، لیکن اس پر باضابطہ طور پر سعودی سرکار کا کوئی بیان نہیں آتا تھا۔ اسرائیل کی طرف سے اس کے وزیر خارجہ ایلی کوہین نے تو کئی بار یہ بیان دیا ہے کہ اسرائیل کی بات چیت سعودی عرب سے جاری ہے اور جلد ہی دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کی بحالی کا امکان پیدا ہوگا، لیکن سعودی عرب نے اپنا کوئی بیان جاری نہیں کیا تھا۔ حالانکہ عملی طور پر اس بات کے اشارے دیئے جارہے تھے کہ کوہین کی بات میں سچائی کا عنصر موجود ہے، کیونکہ سعودی عرب نے اپنی فضاء سے اسرائیلی جہازوں کو پرواز کرنے کی اجازت دے دی تھی اور یونیسکو کا جو پروگرام حال ہی میں سعودی عرب میں منعقد ہوا تھا، اس میں اسرائیلی وفد نے شرکت کی تھی اور اس کو چھپایا بھی نہیں گیا بلکہ میڈیا میں اس سے متعلق خبریں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ سیکورٹی معاملہ پر اسرائیل کے ساتھ تنسیق بلکہ بعض اوقات اسرائیل کے اعلیٰ سطحی لیڈران کی خفیہ طور پر سعودی عرب کی زیارت وغیرہ جیسی خبریں بھی اخبارات کی زینت بنتی رہیں، لیکن اس بار جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی سالانہ میٹنگ کے موقع پر سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان امریکہ پہنچے ہیں تو انہوں نے فوکس نیوز کو دیئے اپنے انٹرویو میں خود ہی واضح کردیا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرنے والی بات درست ہے۔

انہوں نے صراحتاً یہ بھی کہا ہے کہ ہم ہر روز اس مقصد کے قریب آرہے ہیں۔ انہوں نے مزید یہ کہا کہ بعض ذرائع ابلاغ میں جو خبریں چھپ رہی ہیں کہ اسرائیل کے ساتھ اس مسئلہ پر بات چیت کا سلسلہ رک گیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اس کا مطلب ''ابراہیمی معاہدہ'' جس کی بنیاد سابق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے رکھی تھی اور جس کے تحت 2020 سے اب تک متحدہ عرب امارات، بحرین، مراقش اور سوڈان نے اسرائیل کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات قائم کرلئے ہیں یہ سلسلہ اب سعودی عرب تک پہنچے گا۔ اس سے قبل مصر نے 1980 میں اور اردن نے 1994 میں اسرائیل کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات کو بحال کرلیا تھا۔ لیکن جب سعودی عرب کے تعلقات صہیونی اسٹیٹ کے ساتھ بحال ہوں گے تو اس کی نوعیت بالکل مختلف ہوجائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسرائیل کو پورے مشرق وسطیٰ میں اعتبار حاصل ہوجائے گا اور دنیا کے وہ مسلم ممالک بھی اسرائیل کو اپنا دوست بنانے میں قباحت محسوس نہیں کریں گے، جنہوں نے اب تک فلسطینیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ مانا یہ جارہا ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور سعودی عرب ہر ایک کا اپنا خاص مقصد اس ڈیل سے وابستہ ہے۔ امریکہ کا مقصد تو یہ ہے کہ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کو چین و روس کے خیمہ میں جانے سے روکا جائے تاکہ مشرق وسطیٰ میں چینی اثر و رسوخ کے بڑھتے سیلاب پر بندھ باندھا جا سکے، حالانکہ امریکہ نے مڈل ایسٹ کے تعلق سے اپنی پالیسی میں کافی بدلاو؟ کرلیا تھا اور قدیم تاریخی تعلقات کے باوجود سعودی عرب کی طرف خاص توجہ نہیں کی تھی۔ بلکہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ بائیڈن نے 2020 کے صدارتی انتخابات کے موقع پر سعودی عرب کو اچھوت بنا کر چھوڑ دینے تک کی بات کہہ دی تھی، لیکن یوکرین پر روسی جارحیت نے بائیڈن کا سارا پلان ہی چوپٹ کردیا۔ جس وقت روس کے خلاف امریکہ کی قیادت میں پورا مغربی خیمہ پابندیاں عائد کررہا تھا، اس وقت بائیڈن کی خواہش تھی کہ سعودی عرب بھی اس کے ساتھ کھڑا رہے، لیکن سعودی عرب سمیت تمام خلیجی ممالک نے غیر جانبداری کی پالیسی اختیار کی اور کسی خیمہ کا حصہ بننے کے بجائے اپنے مفاد کی بنیاد پر پالیسی سازی کو ترجیح دی۔ اس کی وجہ سے روس پر امریکہ کی تیل سے متعلق پالیسی زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوپائی۔ امریکہ چاہتا تھا کہ روس پر پابندی کے نتیجہ میں اس کے حلیفوں کو تیل کی جو قلت ہوگی اس کی بھرپائی سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کردے اور تیل کی قیمتوں میں اضافہ کو روکنے میں معاون ہوں، لیکن ہزار امریکی کوششوں اور بائیڈن کے ذریعہ اپنے اعلیٰ افسران کو خطہ میں بار بار بھیجنے کے باوجود ایسا نہیں ہوسکا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس دوران چین اور سعودی عرب کے تعلقات اس حد تک مضبوط ہوگئے کہ ایران و سعودی عرب کے درمیان برسوں سے جاری تلخی کو اسی برس مارچ کے مہینہ میں چین کی ثالثی نے ختم کروادیا اور دونوں ملکوں کے سفارتی تعلقات 7 سالوں بعد پھر سے بحال ہوگئے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو چین اس خطہ میں اس محاذ پر بھی کامیاب رہا، جہاں پر امریکہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا تھا۔ بائیڈن کو اب احساس ہورہا تھا کہ سعودی عرب کو اچھوت بنانے کی بات کتنی بے محل اور مضر ثابت ہورہی تھی۔ اس کی تلافی کے لئے امریکہ نے یہ کوشش کی کہ مشرق وسطیٰ میں اپنے قدم کو دوبارہ سے جمائے اور غلطیوں کا ازالہ کرے۔ اس غرض سے خلیجی ممالک کو اقتصادی اور سیاحتی طور پر ہندوستان سے جوڑنے کے لئے ریل پروجیکٹ کا اعلان کیا گیا، جس کی وسیع شکل کا اعلان جی۔20 کانفرنس کے موقع پر دہلی میں ہوا۔ اس پروجیکٹ کو 'انڈیا، مڈل ایسٹ اور یورپ اقتصادی گزرگاہ' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس کا ایک مقصد چین کے بیلٹ اینڈ روڈ کا متبادل پیدا کرنا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ گزرگاہ اسرائیل سے ہوکر گزرے گا۔ اس کے لئے اسرائیل کو مشرق وسطیٰ میں پورے طور پر ضم کرانا ضروری ہے اور اسی لئے سعودی و اسرائیل تعلقات کا معاملہ اہمیت رکھتا ہے۔ سعودی اور اسرائیل تعلقات کی دوسری بڑی وجہ ایران ہے جس کو امریکہ اور اسرائیل دونوں ہی سیکورٹی خطرہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ سعودی عرب بھی جس کے تعلقات حال ہی میں ایران سے بہتر ہوئے ہیں اس کو اس خطہ میں عدم استحکام کا ذریعہ مانتا ہے۔ ایسی صورت میں ایران کو قابو میں رکھنے کے لئے سعودی اور اسرائیل تعلقات کی ضرورت بڑھ جاتی ہے۔ ایران کے نیوکلیئر پروگرام کو سعودی عرب اور اسرائیل دونوں ہی خطرہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ایران نے بار بار یہ واضح کیا ہے کہ وہ اپنے نیوکلیئر پروگرام کو صرف شہری مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے اور نیوکلیئر بم بنانا اس کے پروگرام کا حصہ نہیں ہے، لیکن ان وضاحتوں پر نہ تو اسرائیل، نہ امریکہ اور نہ ہی سعودی عرب یقین رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے محمد بن سلمان نے اپنے فوکس نیوز انٹرویو میں کہا ہے کہ اگر ایران نیوکلیئر ہتھیار بنالیتا ہے تو وہ بھی اس کو حاصل کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اس کا مطلب امریکی تعاون نیوکلیئر ہتھیار بنانے میں درکار ہوگا۔ اس کے علاوہ سعودی عرب کا مطالبہ ہے کہ ناٹو طرز کی سیکورٹی بھی امریکہ اس کو عطا کرے تاکہ اگر سعودی عرب پر کبھی حملہ ہو تو وہ اس کا دفاع کرنے کی ذمہ داری لے۔ ساتھ ہی امریکہ کے پاس جو جدید اسلحے ہیں وہ سعودی عرب کو مہیا کرایا جائے۔ اگر ان شرطوں کو مان لیا جاتا ہے اور فلسطینیوں کو آزاد ریاست مل جاتی ہے تو وہ اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کے لئے تیار ہے۔ اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کے لئے سعودی عرب اس لئے بھی رضامندی کا اظہار کرنے کو تیار ہے، کیونکہ اس صورت میں اسرائیل کی ٹیکنالوجی تک اس کو رسائی مل جائے گی، جس کی وجہ سے محمد بن سلمان کو اپنا ویژن 2030 پورا کرنے میں مدد ملے گی۔ لیکن سعودی عرب سے بھی زیادہ فائدہ اسرائیل کو ہوگا، کیونکہ اس کو پوری عرب اور مسلم دنیا میں قبولیت مل جائے گی، جس کے دوررس فوائد اس کو حاصل ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی وزیر خارجہ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ اگلے 4-5 مہینے میں یہ معاہدہ ہوجانے کا امکان ہے۔ بائیڈن بھی اس بات کی کوشش میں ہیں کہ 2024 کے صدارتی انتخاب سے قبل یہ معاہدہ ہوجائے تاکہ امریکہ کی یہودی لابی کی مدد سے دوسری بار ٹرمپ کے مقابلہ جیت حاصل کی جا سکے۔ اس پورے معاملہ میں فلسطینیوں کے حقوق کی رعایت کس حد تک کی جائے گی یہ کہہ پانا مشکل ہے۔ حالانکہ سعودی وزیر خارجہ نے بھی اس کو واضح کیا ہے کہ فلسطینی ریاست کے قیام کے بغیر یہ معاہدہ نہیں ہوگا۔ لیکن نتن یاہو نے جن مذہبی سیاسی پارٹیوں کے ساتھ مل کر حکومت سازی کی ہے وہ کسی صورت بھی فلسطینیوں کو مراعات دینے کو تیار نہیں ہیں۔ کیا سعودی عرب فلسطینیوں کے حقوق کی پرواہ کرے گا اور ویسٹ بینک و غزہ سے اسرائیلی فوج و نوآبادکاروں کا انخلاء ہوگا اور وہ تمام علاقے جن پر 1967 کی جنگ میں اسرائیل قابض ہوگیا تھا ان کو فلسطینیوں کے حوالہ کرنے کو راضی ہوگا تاکہ ایک آزاد فلسطینی ریاست کا قیام عمل میں آسکے اور اس کے بعد ہی سعودی عرب یہودی ریاست کے ساتھ معاہدہ پر دستخط کرے گا جیسا کہ 2002 کے اندر سعودی عرب نے اسرائیل کو قبول کرنے کی شرط رکھی تھی؟ اگر ایسا ہوجاتا ہے تو فلسطینیوں کو بھی شکایت نہیں ہوگی اور اس پورے خطہ کو بھی امن و استحکام نصیب ہوپائے گا۔

مدحت آقائے نامدار ﷺ

(نتیجۂ فکر: مفتی محمد جہانگیر تائب باب نوروی ہارون نگر، پٹنہ (بہار))

وہ ہے ماہ مبارک جسمیں دیں کے شاہ آئے ہیں — ہمارے درمیاں خاتم رسول اللہ آئے ہیں
ضیا پھیلی ہر اک سو ساری دنیا ہوگئی روشن — لئے نور نبوت جب وہ ظلمت گاہ آئے ہیں
تشدد کو مٹانے بوئے الفت لے کے آئے وہ — بھٹکتی قوم کو واللہ دکھانے راہ آئے ہیں
بروز حشر آقا کی شفاعت ہو ہمیں حاصل — وہ بنکر رحمۃ للعالمیں واللہ آئے ہیں
یتیمی جب بھی کانپی بیوگی سسکی جہاں بھی لی — مسیحائی کی خاطر سن کے آقا آہ آئے ہیں
نبی پاک ﷺ نے توحید کا مفہوم سمجھایا — سبھی خطرات سے کرنے ہمیں آگاہ آئے ہیں
دم ہجرت مدینے میں ہوا جب داخلہ انکا — کئے انصار اپنی جان فرش راہ آئے ہیں
یقیناً آپ ہیں بعد از خدا برتر دو عالم میں — اگرچہ اس جہاں میں کتنے ہی ذی جاہ آئے ہیں
انہیں ایمان کی لذت میسر کیوں نہ ہو تائبؔ — زیارت کے لئے جو آپکی درگاہ آئے ہیں

Scanned with CamScanner

اپوزیشن اتحاد اور برقی میڈیا کے اینکر؟

پروفیسر مشتاق احمد

حال ہی میں اپوزیشن اتحاد ''انڈیا'' کے ذریعہ ملک کے چودہ برقی میڈیا اینکروں کے پروگراموں میں اتحاد کے نمائندوں کو شامل نہیں ہونے کا اعلامیہ جاری کیا گیا اور اس کی وجہ بھی بتائی گئی کہ ان اینکروں کے ذریعہ ملک کی قومی آہنگی کو خسارۂ عظیم پہنچایا جا رہا ہے، ساتھ ہی ساتھ جمہوری اقدار اور صحافتی دیانتداری سے چشم پوشی کرتے ہوئے فرقہ واریت ونفرت انگیزی کو فروغ دیا جا رہا ہے، جس دن سے یہ اعلامیہ جاری ہوا ہے اسی دن سے نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ بین الاقوامی سطح پر اس بائیکات پر بحث ومباحثہ شروع ہو گیا ہے، ایک طبقہ اپوزیشن کے اس فیصلے کو آزادیٔ اظہار رائے پر قدغن لگانے کی بات کہہ رہا ہے تو دوسرا طبقہ اپوزیشن کے ذریعہ تاخیر سے لیا گیا درست فیصلہ قرار دے رہا ہے، ظاہر ہے کہ ایک جمہوری ملک میں صحافت کو چوتھا ستون قرار دیا جاتا ہے تو اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہماری صحافت کی ایک مثالی تاریخ ہے کہ ہمارے صحافیوں نے ملک وقوم کے لئے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی اور دور غلامی میں نہ جانے کتنے صحافی انگریزی حکومت کے عتاب کو سہتے ہوئے اذیت ناک صعوبتوں کو جھیلتے رہے اور سلاخوں کے پیچھے تاریک کوٹھریوں میں زندگی بسر کرتے رہے، مگر صحافتی اصولوں کو پامال نہیں ہونے دیا، مگر افسوس صد افسوس کہ حالیہ دو دہائیوں میں ہماری مثالی صحافتی تاریخ کے اوراق داغدار ہوتے جا رہے ہیں کہ آج عالمی میڈیا رینکنگ میں 180 ممالک کی فہرست میں وطن عزیز ہندوستان کی میڈیا 161 ویں پائیدان پر ہے، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی نگاہوں میں ہمارے ملک کی میڈیا کا اعتبار ووقار کیا ہے، بالخصوص حالیہ دہائی میں ہماری قومی میڈیا جس پستی کا شکار ہوئی ہے وہ جگ ظاہر ہے، ایسا نہیں ہے کہ اپوزیشن اتحاد نے جن چودہ اینکروں کی فہرست جاری کی ہے اس کے علاوہ دیگر اینکروں کے ذریعہ صحافتی تقاضوں کو پورا کیا جا رہا ہے، تلخ سچائی تو یہ ہے کہ برقی چینلوں میں محض چند ایسے بیشتر صحافیوں نے چینلوں کو مجبوراً خیر باد بھی کہہ دیا ہے، دراصل جن اینکروں کی فہرست جاری کی گئی ہے ان میں بیشتر ایک خاص نظریے کے مبلغ ہیں اور انہیں چینلوں کے مالکان کے ذریعہ بھی یہ آزادی دی گئی ہے کہ وہ خاص نظریے کو فروغ دیں، ورنہ ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے والے ان اینکرں کی یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ ملک کے آئین کی دھجیاں اڑائیں، چوں کہ ان کے سر پر ایک بڑا ہاتھ ہے اور پھر انہیں یہی سب کرنے کی ہدایت ہے تو پھر وہ کریں بھی تو کیا کریں، ان اینکروں پر مبینہ طور پر ضمیر فروشی کے الزامات لگتے رہے ہیں، لیکن اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے کہ یہ سب تو طے شدہ ایجنڈوں پر کام کر رہے ہیں، یہاں اس حقیقت کا اعتراف کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے کہ ملک کی میڈیا میں یہ پستی یکا یک آئی ہے، اس کا آغاز نوے کی دہائی میں ہی ہو گیا تھا، مگر اس وقت برقی میڈیا اتنی بااثر نہیں تھی اور پرنٹ میڈیا میں شاذ ونادر ایسے صحافی تھے جو حکمراں جماعت سے اپنی قربت کو مالی منفعت کا ذریعہ سمجھتے تھے اور وہ حکمراں جماعت کی ناکامیوں کو عوام الناس کے سامنے پیش کرنے سے گریز کرتے تھے اور اس کی ایک بڑی مثال مرادآباد کا فرقہ وارانہ فساد ہے کہ جب اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ وی پی سنگھ تھے، عید کے دن مرادآباد میں ایک سازش کے تحت فساد ہوا تھا، لیکن اس وقت کے اخباروں میں اس کے لئے مسلم فرقے کو ہی قصوروار ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں کی حقیقت کو بلیک آؤٹ کیا گیا تھا، بہار میں بھی جب نکسلی قہر برپا کرتے تھے اور دلتوں کی بستی ویران ہو جاتی تھی تو اس وقت بھی اخباروں میں حقیقت چھپانے کی کوشش ہوتی تھی، مگر اس وقت چوں کہ ضمیر فروش صحافیوں کی تعداد محض انگلیوں پر گنی جانے والی تھی، اس لئے لاکھ کوششوں کے بعد بھی صحافتی معیار ووقار بچا ہوا تھا، لیکن آج اس کے برعکس ضمیر فروش صحافیوں کی اکثریت ہے، اس لئے ہماری صحافت روز بروز پستی کی شکار ہوتی جا رہی ہے، اس لئے دو دہائی قبل بھی بہار کے سابق وزیر اعلیٰ لالو پرساد یادو نے اپنے عوامی جلسوں میں یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہمارے جو حمایتی ہیں، وہ اخبار پڑھنا اور ٹیلی ویژن دیکھنا چھوڑ دیں، ظاہر ہے کہ لالو پرساد اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ میڈیا پر کون طبقہ قابض ہے اور کس طرح کی گمراہی پھیلا رہا ہے اور اس وقت لالو یادو کے حامیوں کے ذریعہ مہم بھی چلائی گئی تھی، جس کا خاطر خواہ فائدہ بھی ان کی پارٹی کو ملا تھا۔

بہر کیف! اب جب کہ اپوزیشن اتحاد نے مبینہ نفرت پھیلانے والے اینکروں سے خود کو دور رکھنے کا فیصلہ کیا ہے تو حکمراں جماعت کی جانب سے بھی طرح طرح کے تبصرے ہو رہے ہیں اور پرنٹ میڈیا میں بھی مضامین لکھے جا رہے ہیں، ایک طبقہ ان اینکروں کی حمایت کر رہے ہیں اور اپوزیشن اتحاد کے فیصلے کو غیر جمہوری قرار دے رہے ہیں، جب کہ سچائی یہ ہے کہ اپوزیشن اتحاد نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے کہ ہم نے اپنے نمائندوں کو ان اینکروں کو شو سے الگ رہنے کی ہدایت دی ہے، ان چینلوں سے نہیں جن سے یہ جڑے ہوئے ہیں، کانگریس کے ترجمان پون کھیرا نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ہمارا یہ فیصلہ بابائے قوم مہاتما گاندھی کے ترک موالات کے اصول کی پابندی ہے کہ اگر ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ان اینکروں کی زبان بند کر سکیں تو ہم اس پوزیشن میں تو ضرور ہیں کہ خود کو ان سے دور رکھیں۔

بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے بھی اپوزیشن اتحاد کے اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنا موقف ظاہر کیا ہے کہ یہ اینکر اس وقت غلام ہیں اور جب یہ آزاد ہوں گے تو پھر یہ سب صحافتی تقاضوں کو شاید پورا کر سکیں گے، نتیش کمار کا یہ طنز اشارہ کس کی طرف ہے یہ اظہر من الشمس ہے، میرے خیال میں اپوزیشن اتحاد کو لالو پرساد یادو کی طرح اپنے حامیوں کے درمیان ایک مہم کے تحت اپنی بات پہنچانی چاہئے کہ آج قومی میڈیا ملک کے بڑے بڑے صنعتی گھرانوں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن گیا ہے اور وہ اپنے ٹی آر پی میں اضافہ کرنے اور حکمران جمعت سے مالی منفعت حاصل کرنے کے لئے اپنے چینلوں پر گمراہ کن اور شر انگیز پروگراموں کے ذریعے ملک کے جمہوری اقدار کے ساتھ ساتھ قومی یکجہتی کو بھی نقصان پہنچا رہے ہیں اس لئے ان چینلوں سے دور رہنے کی ضرورت ہے اور اگر یہ مہم کامیاب ہوتی ہے تو اس کا اثر شاید اس فیصلے سے کہیں زیادہ ہوگا کہ صرف چودہ اینکروں سے پرہیز کرنے کی بات کی گئی ہے کیوں کہ آج بھی ملک میں تقریباً 63 فیصد رائے دہندگان موجودہ حکومت کے خلاف ہیں کہ گذشتہ پارلیامانی الیکشن میں اس جماعت کو 37 فیصد ووٹ ہی حاصل ہوئے ہیں، اس لئے اگر اپوزیشن اتحاد کے 63 فیصد ووٹرس ان چینلوں سے خود کو الگ کر لیں تو پھر خود بخود ان چینلوں کے انتظامیہ کے ساتھ ساتھ اینکروں کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے کہ سب کھیل ٹی آر پی بڑھانے کا ہے اور ایک خاص ایجنڈے کو فروغ دینے کا ہے، اس لئے اپوزیشن اتحاد کو اپنے فیصلے پر قائم رہتے ہوئے عوام الناس میں بیداری مہم چلانے کی ضرورت ہے کہ ملک کی سالمیت کے لئے ایسا کیا جانا ہی ضروری ہے۔

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل (پارامیڈیکل) انسٹی ٹیوٹ

امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔801505

داخلہ نوٹس

امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام چلنے والے ریاست بہار کے مشہور ومعروف اور معیاری ادارہ مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ پھلواری شریف پٹنہ میں بہار سرکار کے ذریعہ میڈیکل اور پارا میڈیکل کالجوں کے لیے قائم کردہ جدید سہولیات سے لیس نئی (Bihar University & Helth Science) سے منظور شدہ ڈگری کورسز بیچلر آف میڈیکل لیبوریٹری ٹیکنالوجی (BMLT) اور بیچلر آف فیزیوتھراپی (BPT) میں داخلہ کیلئے خواہش مند امیدواروں سے مجوزہ فارم میں درخواستیں مطلوب ہیں، داخلہ فارم مورخہ 13.09.2023 سے 30.09.2023 تک دستیاب ہیں۔ داخلہ انٹرنس ٹیسٹ کی بنیاد پر ہوگا۔ انٹرنس ٹیسٹ 01.10.2023 روز اتوار کو ہوگا۔ خواہش مند امیدوار پارامیڈیکل آفس سے -/700 روپئے ادا کر کے داخلہ فارم صبح 10:00 بجے سے شام 4:00 بجے تک حاصل کر سکتے ہیں۔ فارم جمع کرنے کی آخری تاریخ 30.09.2023 ہے۔ واضح ہو کہ یہ کورسز سب سے پہلے مگدھ یونیورسٹی سے منظور شدہ تھے، اس کے بعد آریہ بھٹ نالج یونیورسٹی سے منظوری ملی، لیکن اب بہار سرکار نے پارا میڈیکل کالجوں کے لیے نئی یونیورسٹی Bihar University & Helth Science کے نام سے بنا دی ہے اور الحمد للہ ادارہ کو اس سے منظوری حاصل ہو چکی ہے۔ ڈگری کورسز میں داخلہ کے لیے طلبہ کی تعلیمی لیاقت کم سے کم I.Sc (Physics,Chemistry,Biology&English) ہونا ضروری ہے۔ مزید معلومات کے لیے درج ذیل نمبرات پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

فون نمبر: 8873771070,9334338123,9939899930,9905354331

مولانا محمد شمشاد رحمانی نائب امیر شریعت — سید نثار احمد (ایڈمنسٹریٹر) — ڈاکٹر فضیل احمد (پرنسپل)

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۴۰/۱۸۷۹/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر، ضلع مدھوبنی)

نصیرہ خاتون بنت محمد یونس، مقام سریسپ پاہی، مومن ٹولہ، ضلع مدھوبنی۔۔فریق اول

بنام

محمد حساب الدین ولد محمد یونس، مقام باسوپٹی پوروی، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف عرصہ چھ ماہ سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دار القضاء امارت شرعیہ گواپوکھر، ضلع مدھوبنی میں نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۰/ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۶/اکتوبر ۲۰۲۳ء روز جمعرات کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

شادی کو سادی بنائیے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

گذشتہ ۲۹/ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی امام وخطیب ہارون نگر سیکٹر -ا کے اکلوتے صاحب زادے ابوشحمہ سلمہ، کی شادی جناب ارشاد احمد صاحب کی دختر نیک اختر سے انتہائی سادگی سے انجام پذیر ہوئی مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے بعد نماز جمعہ نکاح کا خطبہ پڑھا، خطبہ میں پڑھی جانے والی آیتوں اور احادیث کے معنی، مفہوم اور نکاح کے تقاضوں پر روشنی ڈالی، انہوں نے فرمایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے اصلاح معاشرہ تحریک کے تحت شادی کو سادی بنانے کی مہم چلا رکھی ہے۔ یہ شادی اسی کا حصہ ہے، جس میں نہ برات ہے، نہ لین دین ہے، بلکہ ضرورت کے سارے سامان خود مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی نے اپنے بچے کے لئے فراہم کیا ہے، مہر کی ادائیگی نقد ہوئی اور ولیمہ چائے بسکٹ پر کل ہو کر عصر بعد کیا گیا، مفتی صاحب نے اس موقع پر دونوں خاندان کو مبارکباد دی اور خوشگوار ازدواجی زندگی کے لئے دعا کیا، جس پر مصلیان جامع مسجد نے آمین کہا۔ اس قسم کی شادی اب خال خال کہیں کہیں دیکھنے میں آتی ہے، مولانا عبدالقدوس صاحب کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک بہترین نمونہ سماج کے سامنے پیش کیا۔

شمالی بھارت میں زمین لرز گئی، نیپال زلزلے کا مرکز تھا

شمالی ہندوستان میں منگل کو زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے۔ ریکٹر پیمانے پر اس کی پیمائش 4.6 کی گئی ہے۔ بتایا جارہا ہے کہ زلزلے کا مرکز نیپال میں تھا۔ نیشنل سینٹر فار سیسمولوجی کے مطابق نیپال میں کل دوپہر 2 بج کر 25 منٹ پر ریکٹر اسکیل پر 4.6 شدت کا زلزلہ آیا، جب کہ نیشنل سینٹر فار سیسمولوجی کا کہنا ہے کہ نیپال میں 5 کلومیٹر کی گہرائی میں 6.2 شدت کا زلزلہ آیا، جس کے بعد دہلی-این سی آر میں زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس کیے گئے۔ (نیوز رپورٹ)

ای ڈی کی ٹیم عام آدمی پارٹی کے رکن پارلیمنٹ سنجے سنگھ کے گھر پہنچی

ای ڈی کی ٹیم صبح سویرے عام آدمی پارٹی کے راجیہ سبھا ممبر پارلیمنٹ سنجے سنگھ کے گھر پہنچ گئی ہے۔ ای ڈی کے کئی اہلکاران کے گھر کے باہر دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سیکورٹی فورسز بھی وہاں موجود ہیں۔ ای ڈی کے اہلکاران سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ تاہم ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ اے اے پی لیڈر سے کس معاملے میں پوچھ گچھ کی جارہی ہے۔ ذرائع کے مطابق ای ڈی حکام مبینہ دہلی شراب پالیسی گھوٹالہ معاملے میں سنجے سنگھ سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ یہ دوسری بار ہے جب انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ کی ٹیم سنجے سنگھ کے گھر پہنچی ہے۔ (نیوز رپورٹ)

محمد اظہار

گیانواپی میں 60 ویں دن بھی سروے جاری

گیان واپی میں 60 ویں دن منگل کو سروے کا ایک اہم دن ہوگا۔ اب اے ایس آئی کو صرف تین دن میں اپنا سروے مکمل کرنا ہے۔ آج اے ایس آئی محفوظ کیے جانے والے شواہد اور یادداشتوں کی لسٹ تیار کرے گی۔ کمپلیکس کی مستقل تعمیر کے علاوہ، برآمد شدہ اشیاء کو تحفظ کے لیے کیٹلاگ کیا جائے گا۔ یہ لسٹ ضلع مجسٹریٹ کے دفتر اور ڈسٹرکٹ کورٹ کو سونپی جائے گی۔ اے ایس آئی کو ابھی تک ڈسٹرکٹ جج کے حکم کی کاپی نہیں ملی ہے لیکن حکام نے اس سمت میں کام شروع کر دیا ہے۔ اے ایس آئی کی رپورٹ صرف تین دن بعد 6 اکتوبر کو ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں پیش کی جائے گی۔ ذرائع کی مانیں تو اے ایس آئی اہلکار 28 دن کی توسیع کی اپیل بھی دائر کریں گے۔ (نیوز رپورٹ)

سپریم کورٹ نے الہ آباد ہائی کورٹ کے رجسٹرار کو طلب کیا

سپریم کورٹ نے متھرا شری کرشنا جنم بھومی معاملے میں الہ آباد ہائی کورٹ کے رجسٹرار کو طلب کیا ہے۔ 30 اکتوبر کو رجسٹرار ہائی کورٹ کو کیس ریکارڈ سمیت پیش ہونے کا حکم دیا گیا۔ گزشتہ سماعت کے دوران سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے رجسٹرار سے کیس کی تفصیلات طلب کی تھیں۔ عدالت نے پوچھا تھا کہ کتنے مقدمات درج ہیں اور کیا حیثیت ہے؟ پچھلی سماعت میں سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ الہ آباد ہائی کورٹ میں تمام مقدمات کی ایک ساتھ سماعت کی جائے تو بہتر ہوگا۔ جسٹس سنجے کشن کول نے تبصرہ کیا تھا کہ بہتر ہے کہ ہائی کورٹ اس معاملے کی سماعت کرے کیونکہ اس معاملے میں کئی عرضیاں دائر ہیں۔ (نیوز رپورٹ)

نوح تشدد کے ملزم کانگریس ایم ایل اے مامن خان کو ملی عبوری ضمانت

ہریانہ کے نوح میں 31 جولائی کو ہوئے تشدد کیس میں گرفتار کانگریس کے ممبر اسمبلی مامن خان کو ضمانت مل گئی ہے۔ عبوری ضمانت ملنے کے بعد فیروز پور جھرکہ سے کانگریس ایم ایل اے مامن خان انجینئر منگل کی شام جیل سے باہر آئے۔ عدالت نے منگل کی سہ پہر مامن خان کی ضمانت منظور کر لی۔ اس کے بعد ان کے وکلاء نے انہیں باہر نکالنے کی پوری کوشش کی اور 8 بجے کے قریب انہیں سلمبا ڈسٹرکٹ جیل سے رہا کر دیا گیا۔ جیل سے باہر آنے کے بعد کانگریس لیڈر پی سی سی ممبر مہتاب احمد اپنی گاڑی کے ساتھ جیل کے احاطے میں پہنچے اور ایم ایل اے مامن خان کو کانگریس لیڈر ایم ایل اے آفتاب احمد کی رہائش گاہ لے گئے۔ ایم ایل اے آفتاب احمد کی رہائش گاہ پر تقریباً 5 منٹ تک چائے پینے کے بعد ایم ایل اے مامن خان گروگرام میں اپنی رہائش گاہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ (نیوز رپورٹ)

طب وصحت

بڑھاپا: قوت سماعت میں کمی کا سبب

جیسے جیسے انسان کی عمر بڑھتی ہے، اس کی قوت سماعت متاثر ہونے لگتی ہے جس کی وجہ سے وہ اونچی آواز میں سننے لگتا ہے اور دوسروں بات دہرانے کا کہتا ہے۔ اسے پریسبکیوسس (Presbycusis) بھی کہا جاتا ہے۔ امریکہ کینیشنل انسٹیٹیوٹ آن ڈیفنس اینڈ اَدر کمیونیکیشن ڈس آرڈرز کے مطابق 65 اور 74 سال کی عمر کے درمیان سماعت خراب ہونے کی شرح 25 فیصد تک پہنچ جاتی ہے اور 75 اور اس سے زائد عمر والوں میں شرح 50 فیصد تک بڑھ جاتی ہے۔ عمر کی وجہ سے سماعت خراب ہونا وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ایسا ہو رہا ہے۔ پھر بھی اگرچہ یہ عام ہے اور خطرناک صورتحال نہیں مگر اس پر توجہ دی جانی چاہیے، عمر کی وجہ سے سماعت خراب ہونے لگے تو خاندان اور دوستوں کے ساتھ بات چیت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں ہوسکتا ہے کہ انسان بات چیت کرنے سے کترانے لگے۔ وہ سماجی حالات اور فون وغیرہ سننے سے بھی گریز کرسکتا ہے۔ سماعت خراب ہونا خاص طور پر تشویشناک ہوسکتا ہے، اگر آپ کو کام کی جگہ پر ساتھیوں کے ساتھ بات چیت کرنا، یا روزمرہ کی اہم آوازیں جیسے کہ دروازے کی گھنٹی، کار کے ہارن اور دیگر الارم سننا مشکل لگتا ہے۔

ایسے میں دوسرے لوگوں کی جانب سے بہرے پن میں مبتلا یا سماعت سے محروم لوگوں کے لیے چیلنجز پیدا کرنا انھیں ڈپریشن کے خطرے سے بھی دوچار کرسکتا ہے۔ ورجینیا کے ایک اسپتال میں خدمات انجام دینے والے اوٹولیرنگولوجسٹ (ENT اسپیشلسٹ) جسٹن ڈگلس کہتے ہیں، ”ایسا لگتا ہے کہ سماعت کی کمی اور افسردگی کے درمیان ایک ربط موجود ہے“۔

2014ء میں شائع ہونے والے ایک مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حیران کن طور پر جن افراد کی سماعت میں خرابی درمیانی درجے پر ہوتی ہے، ان کے ذہنی تناؤ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ ہوسکتا ہے جن کی قوت سماعت چلی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ درمیانی درجے کی خرابی میں مبتلا لوگ سماعت کے نقصان کا حل تلاش کرنے میں مدد حاصل نہیں کر سکتے۔ سماعت سے محروم بہت سے لوگ بہتری کے لیے دستیاب بہت سے وسائل سے بھی ناواقف ہو سکتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر سماعت سے محروم افراد سماجی سطح پر بات چیت سے بچ سکتے ہیں، جو ذہنی تناؤ کا باعث بن سکتی ہے۔ وہ ان چیزوں کو کرنا چھوڑ سکتے ہیں جن سے وہ لطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے دوستوں کو نہیں سن سکتے اور نہ ہی ان کے ساتھ گفتگو میں حصہ لے سکتے ہیں۔

اپنی سماعت کے بارے میں متحرک رہنا: سماعت کے نقصان سے متعلق ڈپریشن سے نمٹنے کے کئی طریقے ہیں۔ امریکن اسپیچ لینگویج ہیئرنگ ایسوسی ایشن تجویز کرتی ہے کہ آپ 50 سال کی عمر تک ہر 10 سال میں کم از کم ایک بار اپنی سماعت کی جانچ کریں۔

خطرے کے عوامل اور سماعت سے محرومی کی انتباہی علامات جاننے سے اس بات کو یقینی بنانے میں مدد مل سکتی ہے کہ آپ اس مسئلے کو بڑھنے سے پہلے ہی اس کا حل کرلیں۔ بڑھتی عمر کی وجہ سے جسم کی ٹوٹ پھوٹ کے علاوہ سماعت سے محرومی کئی دیگر عوامل کی وجہ سے ہوسکتی ہے۔ اس میں شامل ہیں:

☆ اونچی آواز والی جگہوں پر رہنا (تفریحی اور پیشہ ورانہ)
☆ کان میں ویکس یا سیال جمع ہونے سے رکاوٹ پیدا ہونا
☆ چوٹ یا بیماری، بشمول دائمی کان میں انفیکشن یا کان کا پردہ پنکچر ہونا
☆ ذیابطیس، ہائی بلڈ پریشر، امراض قلب، فالج، دماغی چوٹ یا ٹیومر ہونا
☆ کان کے اندرونی حصے کو نقصان پہنچانے والی ادویات بکثرت استعمال۔

اگر آپ انتباہی علامات یا سماعت کی خرابی کی علامات کا سامنا کر رہے ہیں تو معالج کو دکھانا ضروری ہے۔ سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ اگر آپ کے کانوں میں بہت زیادہ آوازیں آرہی ہیں، اگر گھنٹی سے مشابہ یہ آواز مسلسل جاری رہے تو ڈاکٹر سے رجوع کریں“۔ مزید یہ کہ آوازیں دبی دبی لگنا، اونچی آواز یا تلفظ سننے میں دشواری، ٹیلی ویژن پر والیوم بڑھانے کی ضرورت محسوس ہونا، فون پر بات چیت میں پریشانی، پسِ منظر میں شور ہونے پر بات چیت کرنے میں زیادہ دشواری، دوسروں کو بات دہرانے یا زیادہ اونچی آواز میں یا آہستہ بولنے کے لیے کہنا اور سماعت کے مسائل کی وجہ سے گفتگو سے دستبردار ہونا شامل ہیں۔

کیا کریں؟ سماعت کے نقصان سے متعلق ڈپریشن سے بچنے یا کم کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ سماعت کے مسائل کو فوری طور پر حل کیا جائے۔

ماہرین کے مطابق اگر ہم بوڑھوں میں سماعت کے نقصان کا جلد پتہ لگا سکتے اور اس کا انتظام کر سکتے ہیں تو ہم معاشرے سے کچھ انخلاء کو روکنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں جن میں سے اکثر کا تجربہ ہوتا ہے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن کا باعث بنتا ہے“۔ ڈگلس کا کہنا ہے کہ ENT اسپیشلسٹ اس بات کا تعین کرنے میں مدد کرسکتا ہے کہ آیا سماعت خراب ہونے کی کوئی سادہ وضاحت یا قابل انتظام وجہ ہے۔

سماعت کے ٹیسٹ کی بنیاد پر، اسپیشلسٹ اس بات کا تعین کرے گا کہ آیا آپ کو سماعت کے آلات، ہڈیوں سے منسلک ہیئرنگ ایڈز، کوکلیئر امپلانٹس یا ممکنہ طور پر سرجری سے فائدہ ہوسکتا ہے؟ سماعت کے آلات خاص طور پر مددگار ثابت ہو سکتے ہیں؟ وہ سماعت کے نقصان سے متعلق ڈپریشن کے خطرے کو کم کرنے اور آپ کے سماجی تعاملات اور آزادی کے احساس کو بہتر بنانے میں مدد کر سکتے ہیں، سماعت کے آلات استعمال نہ کرنے والے افراد میں ڈپریشن کا زیادہ امکان ہوسکتا ہے۔ لیکن سماعت کے آلات امپلانٹس یا سرجری ہی سماعت کی کمی کو دور کرنے کا واحد طریقہ نہیں ہیں۔ اسپورٹ گروپس اور تنظیمیں، اشاروں کی زبان، معاون آلات، نظم ونسق کے پروگرام سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ (عمیر حسن)

Volume:63/73,Issue:38 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

ہمیں خبر تھی زباں کھولتے ہی کیا ہوگا
کہاں کہاں مگر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتے
(آشفتہ چنگیزی)

امن وانصاف کے بغیر کوئی ملک نہیں چل سکتا: امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی

امن و انصاف دستور ہند کی روح ہے: مولانا محمود اسعد مدنی، امن و انصاف کانفرنس سے سید سعادت اللہ حسینی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی مختلف مذاہب کے پیشوا، علماء ودانشوران کا خطاب

آج ملک کومختلف حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ہرطرف بے چینی اوراضطراب ہے لوگ مختلف قسم کی بدامنی اورظلم وستم کے شکار ہیں، رہ رہ کر ملک کے مختلف خطوں میں ایسے دلدوز واقعات رونما ہوتے ہیں، جن سے انسانیت اورملک بار بار شرمندہ ہورہا ہے، اگر ملک میں امن وانصاف کا قیام سو فیصد ہو جائے؛ تو اس طرح کے واقعات کثرت سے رونما نہیں ہوں گے، امن وانصاف کے قیام کے لیے جس طرح حکومت ذمہ دار ہے، اسی قدر عوام بھی ذمہ دار ہے، اگر عوام امن و انصاف پسند ہو جائے؛ تو حکومت وانتظامیہ کا کام آسان ہو جائے، مذکورہ خیالات کا اظہار امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے زیر اہتمام ۲/اکتوبر ۲۰۲۳ء کوج ہاؤس رانچی میں منعقد امن و انصاف کانفرنس کے صدر حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی نے اپنے صدارتی خطاب میں کیا۔

مسلمانوں کی قومی نمائندہ تنظیم جمعیت علماء ہند کے صدر حضرت مولانا محمود اسعد مدنی نے اپنی گفتگو کا اظہار ڈاکٹر کلیم عاجز کے ان مشہور اشعار سے کیا، جن میں امن اور انصاف کا اہل حکومت سے عوامی مطالبہ کیا گیا ہے، آپ نے اپنے کلیدی خطاب میں ملک کے اندر ہونے والی ناانصافیوں کو موضوع گفتگو بناتے ہوئے کہا کہ امن وانصاف اس ملک میں آئین ہند کی روح کی مانند ہے، جیسے ایک پیاسا پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ایک ملک امن وانصاف کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، ہر حکومت کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے اندر امن وانصاف کی بحالی کے لیے اپنی پوری کوششیں صرف کرے، ملک کی اقلیتوں اور کمزور ومظلوم انسانوں کے حقوق کی پاسدار حکومت ہے اسے عوام کی بے چینی کو محسوس کرنا چاہیے۔

جماعت اسلامی ہند کے امیر جناب سید سعادت اللہ حسینی صاحب نے انسانی حقوق کی ادائیگی اور آئین ہند کے ذریعے فراہم کردہ شہریوں کے حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے ملک کے حالیہ تناظر میں یہ کہا کہ آج ہمارا معاشرہ ہر سطح پر اصلاح کا محتاج ہے، آج ہم کرپشن، نفرت، لوٹ کھسوٹ، باہمی عداوت اور مختلف قسم کے تعصب کا شکار بنے ہوئے ہیں، ہندوستان کی تہذیب و ثقافت میں انسانیت، اخوت و بھائی چارہ اور امن وانصاف خاص طور پر شامل ہے، ہم میں سے ہر پڑھے لکھے شہری کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ جہاں پر رہتا ہے، انسانی حقوق کی بحالی کے لیے کوشش کرے، اسی طرح حکومت اور حکومت کے جملہ شعبہ جات، انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ اپنے اپنے مفوضہ ذمہ داریوں کو پوری ایمانداری سے ادا کرے۔

جمعیت اہل حدیث کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر مذہب میں امن وانصاف کی بات کہی گئی ہے، یہ دونوں سماج وملک کی تشکیل میں بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتے ہیں، دہلی سے تشریف لائے ہوئے مہمان پرشانت ٹنڈن نے اپنے مختصر خطاب میں گاندھی جینتی کے موقع پر مہاتما گاندھی کے عدم تشدد کے فلسفہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اور پروگرام کے منتظمین کو قلبی مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ گاندھی جی کی پوری زندگی اوران کی پوری جہد مسلسل پر اگر ہم گہری نظر ڈالیں؛ تو صرف دو باتیں سامنے آتی ہیں ایک امن دوسرا انصاف، اس پروگرام کا عنوان پورے ملک کو محبت اور امن وانصاف کا پیغام دیتا ہے، بلجیم کے رہنے والے رانچی یونیورسٹی کے گیسٹ پروفیسر جاندریز نے اس ملک کی خوبصورتی کو بیان کرتے ہوئے اس کے دستور کا حوالہ دیا اور امن وانصاف کو ملک کی تعمیر کی پہلی اینٹ قرار دیا، جب کہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نائب قومی صدر آل انڈیا ملی کونسل نے امن وانصاف پر تفصیل سے اپنی گفتگو پیش کرتے ہوئے ملکی وسماجی حالات کو بہتر بنانے پر زور دیا، اسی طرح امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کانفرنس میں شریک تمام شرکاء سے قیام امن وانصاف کے لئے اپنے گھر، خاندان اور جھارکھنڈ کے تمام خطوں میں کوشش کرنے کی دعوت دی اور اس کانفرنس کو ملک کو سالمیت فراہم کے تعلق سے سنگ میل بتایا۔

کانفرنس سے ملک کے درجنوں مذہبی پیشواؤں نے امن وانصاف اور انسانیت وبھائی چارہ پر اپنا اظہار خیال کیا پروگرام میں جھارکھنڈ کے تمام اضلاع سے دانشوران اور برادران وطن نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی، پروگرام سے خطاب کرنے والوں میں قاضی شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا انظار عالم قاسمی، جھارکھنڈ ریاستی اقلیتی کمیشن کے وائس چیئرمین جیوتی سنگھ متھارو، رتن ترکی، فادر ایلکس، چیمبر کے صدر کشور کمار منتری، پریم چند مرمو، بودھ دھرم گرو، جماعت اسلامی کے مجتبیٰ فاروق، ملک محتشم خان، انجینئر فہد رحمانی سی ای او رحمانی تھرٹی، جناب حافظ احتشام رحمانی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

اس پروگرام کے بنیادی خاکے کی ترتیب اور جلسے کی نظامت کے فرائض جناب مولانا شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے انجام دئے، اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں کنوینر اجلاس جناب مفتی انور قاسمی قاضی شریعت رانچی ان کے رفیق مولانا ابوداؤد قاسمی اور امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا مفتی سہراب ندوی امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی مدنی کے علاوہ مولانا ظہیر الحسن شمسی، مولانا شہاب الدین، مفتی مجاہد اللہ، مولانا رفیع احمد مبلغین امارت شرعیہ، جماعت اسلامی کے مولانا احمد اللہ فلاحی، جناب سہیل، جناب افضل انیس، جناب تنویر، ندیم خان صاحبان، مولانا سہیل سجاد، خورشید حسن رومی کے علاوہ تمام علماء کرام، ائمہ مساجد، مجلس علماء جھارکھنڈ اور تمام دانشوران شہر کی کدو کاوش شامل ہے، مرکزی دفتر امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران وکارکنان جنہوں نے رانچی کا سفر نہیں کیا، مسلسل اس پروگرام کی کامیابی کے لئے بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز اور دعاء، ذکر میں مشغول رہے، اللہ کرے اس امن وانصاف کانفرس سے ملک میں نفرت کا ماحول ختم ہو اور یہ کانفرنس امن وانصاف کے حصول کے لئے سنگ میل ثابت ہو سکے۔

زندگی تبدیلیوں کا نام ہے

زندگی نام ہی تبدیلیوں کا ہے تو زندہ کے لئے تبدیلیوں سے گزرنا ناگزیر ہے، وہ زندہ نہیں جو تبدیلیوں سے نہ گزرے، نشیب و فراز سے نہ گزرے، وہ درخت شاداب درخت نہیں جس میں بہار و خزاں نہ آئے، جس میں پت جھڑ نہ ہو، جس کی شاخیں نہ چھانٹی جائیں اس کو کوئی دیوار کا نقش اس کو فن تعمیر کا کوئی نمونہ کہ لیجیے، اس کو آثار قدیمہ کی کوئی چیز کہ لیجئے؛ لیکن درخت اسی کو کہیں گے جو ان تمام مرحلوں سے گذرتا ہے، کبھی بہار آئے تو ایسی بہار آئے کہ اس کی پتی پتی مسکرا رہی ہو، اس کی رگ رگ ہنس رہی ہو، اور اس کے چاروں طرف مسرتیں برس رہی ہوں، اور خزاں آئے تو ایسی آئے کہ وہ پورا درخت نوحہ کناں اور مرثیہ خواں ہو، اور اس کو دیکھ کر لوگوں کے آنسو نکل آئے؛ مگر درخت وہی ہے جو بہار سے بھی گزرے اور خزاں سے بھی گزرے۔ یہ امت ایک سدا بہار درخت ہے، یہ امت کوئی فن تعمیر کا نمونہ نہیں، یہ امت کوئی تاج محل نہیں، یہ امت کوئی قطب مینار نہیں، جو کھڑا ہے تو کھڑا ہے، تاج محل بن گیا تو بن گیا، نہیں یہ ایک درخت ہے اور درخت میں شادابی بھی آتی ہے اور خشکی بھی آتی ہے، تو امت کے لئے ان تبدیلیوں سے گزرنا ناگزیر ہے؛ لیکن ایک چیز ہے جو ناقابل تبدیل ہے، وہ اس امت کا خدائے تعالیٰ کے ساتھ تعلق، اس امت کا شریعت سے تعلق ہے، فاتح ہو جب بھی روزہ رکھے گی، مفتوح ہو جب بھی روزہ رکھے گی۔ قلیل ہو جب بھی روزہ رکھے گی، کثیر ہو جب بھی روزہ رکھے گی اور اگر اس کو فتح ملے گی تو اسی نماز روزے کے راستہ سے ملے گی اور اگر ذلت اس کے نصیب میں آئے گی تو اس میں کمی کوتاہی کرنے کے سبب آئے گی، اس لئے یہ تبدیلیاں اس کی خارج میں ہیں؛ لیکن اس کے اندرون میں، ملت کے اندرون میں کوئی تبدیلی نہیں، اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے گا۔

(حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ)

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس اپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ **(محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)**

WEEK ENDING-09/10/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421